سلسلہ ' آثار سجاد

مکاتیب سجادؒ

جمع وترتیب

محمد ضمان اللہ ندیم

تصحیح و تقدیم

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

امارت شرعیہ بہار واڑیسہ
پھلواری شریف ، پٹنہ

مکاتیب سجادؒ

جمع و ترتیب

محمد ضمان اللہ ندیم

تصحیح و تقدیم

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ

پھلواری شریف، پٹنہ

نام کتاب	:	مکاتیب سجادؒ
تالیف	:	مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ
تصحیح و تقدیم	:	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی
جمع و ترتیب	:	محمد ضمان اللہ ندیم
کمپوزنگ	:	انوار الوفا اعظمی
صفحات	:	۱۰۷
قیمت	:	
سن اشاعت	:	مارچ ۱۹۹۹ء / ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ
ناشر	:	امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ
ملنے کا پتہ	:	امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ

فہرسِ مضامین 'مکاتیب سجاد'

پیش لفظ

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے ممتاز مدبر و مفکر، ماہر قانون، ملّی و ملکی حالات و مسائل سے ہر لمحہ باخبر رہنے والے ایک بلند نگاہ قائد تھے۔ اسی بنا پر وہ وقت کے تمام اہم ترین سیاسی مسائل خاص طور پر وہ مسائل جن کا تعلق ملّی مصالح سے ہوتا، ان پر بلا تاخیر صاف صاف لفظوں میں بروقت اظہار خیال فرماتے، جو ان کی ژرف نگاہی کا شاہکار نمونہ ہوتا۔

ان کا طاقتور اسلوب، جرأتمندانہ قدم، فراست و بصیرت اور اخلاص سے بھرپور پیام ہر دل میں جاگزیں ہو جاتا کیونکہ وہ ہر مسئلہ کو نہ صرف نظری اعتبار سے حل کرتے بلکہ عملی اور تطبیقی شکلوں کو بھی سامنے لاتے۔

مولانا سجادؒ کے مختلف مکاتیب میں مسائل پر موجود فکری رہنمائی قیادت کی روشن مثالیں ہیں۔ اتحاد امت، ملّی سیاسی وزن، ملت کی اصلاح اور فلاح و بہبود، تحفظ تہذیب و ثقافت، حقوق نسواں، ملّی سیاسی شعور، علماء کا عزلت و خلوت سے نکل کر اصلاح و اتحاد امت کے لئے جد و جہد، علماء کی سیاسی سرگرمیوں میں شرکت و ضرورت، امارت شرعی کا پورے ملک میں قیام، نظام شرعی کا نفاذ،

اجتماعی زندگی کے تقاضے نیز صحیح سمت میں سفر جیسے اہم ترین موضوعات پر وہ نہ صرف مسلسل بولتے لکھتے اور شب و روز کام کرتے رہے بلکہ ان کو واقعی و حقیقی وجود بخشنے کے لئے اپنا خون جگر جلاتے رہے۔

مولانا کے یہ چند مکتوب عمومی افادیت کے مقصد سے شائع کئے جا رہے ہیں، تاکہ بیسویں صدی کے ملّی و سیاسی انقلابات کی تاریخ کا تجزیہ کرتے وقت ملت اسلامیہ ہندیہ کے ایک روشن دماغ، عالی فکر بلند ہمت صاحب بصیرت و عزیمت انسان کے وہ افکار و خیالات سامنے آسکیں جو کوزہ میں سمندر کے مصداق ہیں۔

ایسی ہمہ گیر و ہمہ جہت جامع صفات عبقری شخصیت کے فکری سرمایہ سے استفادہ وقت کا تقاضا ہے۔

مجاہد الاسلام قاسمی

نزیل ذاکر باغ

اپریل ۱۹۹۹ء

مکتوب بنام علمائے کرام
و مشائخ عظام بہار

محترما! زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کو جمعیت علمائے بہار کے غیر معمولی اجلاس کی شرکت کی دعوت نہایت خلوص کے ساتھ دے رہا ہوں اور جس اہم مقصد کی غرض سے خاص اجلاس قرار پایا ہے، میں نہایت مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق مختصراً شرعی حیثیت سے اپنے خیالات ظاہر کردوں تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے اور اس مسئلہ کے متعلق جس قدر شکوک واوہام ہیں، زائل ہو جائیں۔

جناب اس مسئلہ کی ضرورت واہمیت سے یقیناً باخبر ہوں گے کہ جب مسلمانوں کے بلاد پر کفار کا استیلاء و غلبہ ہو جائے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے نظام شرعی کے قیام و بقاء کے لئے مسلم والی (امیر محکمہ شرعیہ) منتخب کرلیں۔

تقریباً ڈیڑھ سو برس کا زمانہ گذرا کہ مسلمانانِ ہند پر یہ فرض عائد ہو گیا

ہے۔ یعنی جب سے حکومت اسلامیہ کا زوال سر زمین ہند سے ہوا لیکن غفلت و تساہل، تخالف یا عدم مساعدت اسباب کی وجہ سے مسلمانان ہند نے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کی، جس کا لازمی نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا۔

کیا آج مسلمان ہند کی زندگی باہمہ زہد و تقویٰ ایک غیر شرعی اور جاہلیت کی زندگی نہیں ہے؟ پراگندگی اور بغیر امیر کے زندگی بسر کرنے کو جاہلیت عام زندگی کہتے ہیں) ہم نے شخصی اور اجتماعی زندگی و نیز ان کے احکام کی طرف کبھی توجہ نہیں کی ان کی اہمیت کو کبھی مد نظر نہیں رکھا ہم نے صرف ادا کاری فرائض شخص بغیر تنظیم شرعی کو سعادت عظمیٰ سمجھا اور باعث نجات جو ایک طرح پر رہبانیت ہے اور معبّر بجاہلیت۔

اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں ہم سے آج تک جو کوتاہی ہوئی ہے اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے عند اللہ کوئی عذر معقول نہیں ہے آپس کی جنگ وجدل، فروعی اختلافات کا ہونا اور حضرت امام ابو حنیفہ، امام بخاری یا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے امثال و نظائر کا فقدان عذر غیر مقبول ہے اور مسقط وجوب نہیں، کما لا یخفیٰ۔ کیوں کہ اول الذکر شئ اختیاری اور خود ساختہ ہے۔

اور ثانی الذکر کے غیر معتبر ہونے کے لئے نظیر سلف موجود ہے کہ امارت عظمیٰ کے شرائط میں بھی حسب ضرورت تنزل اختیار کیا گیا، مگر اب یہ

صورت اختیار نہیں کی گئی کہ بصورت فقدان جامع الشرائط اصل وجوب انعقاد امامت ساقط ہے، پس جب کہ آج ہم لوگوں کو تنبہ ہو گیا ہے اور توفیق اللہ جل شانہ نے بھی مساعدت کی ہے تواب اس فریضہ کی ادائیگی میں ادنیٰ تساہل بھی بدترین جرم ہے، بالخصوص بہ نظر حالات موجودہ اور حوادث لاحقہ جو غالباً بہت جلد ظہور پذیر ہوں گے۔ اب اس کا موقع بھی نہیں ہے کہ کچھ اور تاخیر کی جائے، بلکہ ہم پر واجب ہے کہ اس اہم امر کو فوراً انجام دیتے ہوئے اس تیزی سے قدم اٹھائیں کہ برسوں کی مسافت مہینوں اور مہینوں کی دنوں اور دنوں کی لمحوں میں طے پا جائے۔ ورنہ یاد رکھئے کہ اگر خدانخواستہ آج بھی ہماری جماعت کے تنافس و تفاخر کا پہاڑ، فروعی اختلافات کا خلیج اس راہ میں حائل ہوا تو سرزمین ہند میں جو آج ہماری حالت ہو رہی ہے اس سے بھی بدتر ہو جائے گی اور ہمارے علماء و مشائخ کی یہ محترم جماعت اپنے طرز عمل سے تمام دنیا پر ثابت کردے گی کہ (خدانخواستہ) ان میں کام کرنے کی صلاحیت نہیں۔ اور پھر اس جماعت کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اصلاح امت و وراثت انبیاء کے دعووں سے ہمیشہ کیلئے دست بردار ہو جائے اور جرأت کر کے نہایت صفائی کے ساتھ اعلان عام کردے کہ ہم میں امت کی رہبری کی صلاحیت نہیں، امت مسلمہ اپنا رہنما کسی اور کو تلاش کرے۔

محترما! جناب کو معلوم ہے کہ امت کی ہدایت اور اس کی فلاح و بہبود کا

خیال، نظام شرعی کا قیام وبقاء وغیرہ کی ساری ذمہ داریاں عند اللہ کس جماعت پر (سب سے اول) عائد ہوتی ہیں؟ علماء کرام وذی علم مشائخ صوفیائے عظام پر اور صرف انہیں پر، کہ یہی حضرات قدرتاً اور من اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قائد ہیں رہنمائی کی تمام تر ذمہ داری انہیں حضرات کے سر ہے، یہی حضرات (اولاً) شرعاً ارباب حل وعقد ہیں، اس لئے اس اہم امر کا بحسن وخوبی انجام دینا بھی صرف انہیں کا کام ہے اور اس کے لئے جس قدر بھی ایثار وقربانی کی ضرورت ہو اور مشکلات کا سامنا پڑے، نہایت دلیری کے ساتھ برداشت کرنی چاہئے اور میرے نزدیک تو یہ مسئلہ نہایت سہل الحصول ہے۔

صرف اپنے ذاتی اغراض اور شخصیت کو قربان کرنا ظنون فاسدہ واوہام کا سدہ کا دور کرنا کافی ہے۔ پھر خدا اور اپنے دین اسلام کیلئے ایک متحدہ مقصد میں متفق الخیال والعمل ہونا چاہئے۔

جو چیز ہمارے محترم علماء ومشائخ کو اس امر کی طرف اقدام کرنے سے روکتی ہے اور باوجود اقرار وجوب وتحقق ضرورت اس امر کے انجام دینے میں سخت متردد ومتفکر بنادیتی ہے اور مشکلات کا پہاڑ ان کے سامنے کھڑا کر دیتی ہے وہ صرف ایک غلط تخیل ہے کہ امیر شریعت کے اختیارات غیر محدود ہوں گے، اتباع واطاعت کی کوئی حد نہ ہوگی، امیر مطلق العنان ہوگا اور اس لئے امیر جس خیال ومشرب کا ہوگا اسی کے مطابق احکامات نافذ کرے گا جس کی اتباع تمام

لوگوں پر شرعاً واجب ہو گی ورنہ بصورت عدم اتباع نقض بیعت ہو گی، جو بدترین معصیت ہے۔ اور اگر اپنی تحقیق کے خلاف اس صورت میں اتباع کی جائے تو تدین کے خلاف۔ یہی خطرات ہیں جو اس بارے میں اکثر حضرات کے دلوں میں گذرتے ہیں۔

بیشک اگر امیر ایسا مطلق العنان ہو تو ہر ایک ذی علم اور متدین شخص کے یہ شبہات اپنے مقام پر بہت صحیح ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ امیر کے اختیارات محدود ہوں گے وہ نہایت مدبر مصالح شریعت سے واقف ہو گا یعنی وہ مسائل متفقہ منصوصہ کو نافذ کرے گا۔

(۲) مقاصد و وسائل اعلاء کلمۃ اللہ پر ہمیشہ نگاہ رکھے گا اور ان کے متعلق خصوصیت کے ساتھ احکامات نافذ کرتا رہے گا۔

(۳) وہ ایسے احکامات نافذ کرے گا جس سے بلا امتیاز فرق تمام امت مسلمہ کی فلاح و بہبود متصور ہو۔

(۴) فروعی اور مختلف فیہ مسائل کے اجراء و تنفیذ کو اس سے کوئی تعلق نہ ہو گا کہ جن کی اجتماعی زندگی میں کوئی احتیاج نہیں ہے۔

(۵) مختلف فیہ مسائل کی بحث و تحقیق کو نہیں روکے گا، لیکن جنگ وجدال اور فساد کو رفع کرنے کی ہمیشہ کوشش کرے گا۔

(۶) اس کا ہر عمل اور ہر خیال تمام فرق اسلامیہ کے لئے واجب الاتباع

نہیں ہوگا جس عالم کی تحقیق امیر کی تحقیق کے خلاف ہو اور اس بنا پر اس مسئلہ خاص میں امیر کی اتباع نہ کرے تو کوئی ہرج نہیں وہ عالم ہرگز مستحق طعن نہیں، اور نہ اس کی بیعت ٹوٹ سکتی ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ کتنے مسائل ہیں جن میں حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف تھے؟ کتنے جزئیات ہیں جن میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے موافق نہ تھے؟ تو کیا آج تک کسی نے اس کو نقض بیعت سمجھا یا ان پر طعن کیا گیا اور کیا اس فروعی مخالفت کی وجہ سے ان حضرات نے دوسرے اجتماعی احکامات میں امیر کی اتباع وانقیاد سے روگردانی کی؟ ہرگز نہیں۔

پس آج کس قدر ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم ان مسائل کو جانتے ہیں لیکن محض ظنون واوہام کی بنا پر ایک اہم الواجبات کی ادیگی میں پس وپیش کرتے ہیں۔

محترما! اگر ہمارا ایمان ہے: ”إن صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین“ اور ہم اصلاح اور حیات امت کی ذمہ داری اپنے سر سمجھتے ہیں تو پھر ہمیں اس فریضہ کی ادیگی میں ہرگز پس وپیش نہ کرنا چاہئے اور اپنے ذات وایمان پر اعتماد رکھتے ہوئے توکلا علی اللہ فوراً اس کام کو انجام دینا چاہئے۔

محترم! اس مسئلہ کے متعلق فطرتاً دو سوال پیدا ہوئے ہیں جن کا جواب دینا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں۔

اول یہ کہ ہندوستان کے تمام صوبوں میں صوبہ بہار ہی سب سے پہلے

اس طرف کیوں قدم اٹھاتا ہے اور امیر الہند کا مسئلہ اولاً کیوں نہیں طے ہوتا ہے؟

دوم یہ کہ موجودہ وقت میں اس صوبہ کے امیر کے لئے کیا کیا شرائط ہونا چاہئے، انتخاب کن اصولوں پر ہوگا، امیر کا طریق کار کیا ہوگا؟

اول کا جواب یہ ہے کہ انسب تو یہی تھی کہ سب سے پہلے امیر الہند کا انتخاب ہوتا بعدہ امیر صوبہ کی تعین و تقرر۔ لیکن مسلمانان ہند کی بد قسمتی کو کیا کیجئے کہ وہ ابھی اصل مرکز بنانے کو تیار نہیں۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے چارہ نہیں کہ صوبہ دار امیروں کا انتخاب کرلیا جائے۔ کیوں ہندوستان کا تساہل ہمارے لئے عذر نہیں ہوسکتا، ہندوستان کی معصیت ہمارے عصیاں پر قائم رہنے کی حجت نہیں ہوسکتی۔ کیا جناب کو معلوم نہیں، یہ حکم مستقلاً ہر ہر بلد پر عائد ہے اور اس مسئلہ کو فقہائے کرام نے صرف ملک ہی تک محدود نہیں رکھا ہے۔ غالبًا آپ کو معلوم ہوگا جس زمانہ میں جمعیت علماء بہار جن اغراض و مقاصد کو لے کر قائم ہوئی وہ سرزمین ہند میں اس جہت سے پہلی جمعیت تھی۔ اس وقت علماء کرام اقدام سے گھبراتے تھے۔ حتی کہ خود ہمارے صوبہ کے بہتیرے علماء پس و پیش میں مبتلا تھے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے اقدام و جرأت کا کیا نتیجہ برآمد ہوا کہ آخر میں اس تین سال میں انہیں مقاصد کو لے کر تقریباً تمام صوبوں میں جمعیت علماء قائم ہوگئی اور وہی فروعی اختلافات کا پہاڑ جو ہمیشہ اس راہ میں حائل تھا، کس طرح کافور ہوگیا۔ پس اسی طرح بہت ممکن ہے کہ بلکہ ظن غالب ہے

کہ صوبہ بہار میں اسی کام کے انجام پانے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تمام صوبوں میں امیروں کا انتخاب جلد از جلد عمل میں آئے گا، اور جس طرح جمعیت علماء ہند بعد میں قائم ہوئی اسی طرح امیر الہند بھی آخر میں نہایت آسانی کے ساتھ منتخب ہو جائے گا۔

امر دوم کا جواب یہ ہے کہ چوں کہ یہ کام شرعی اور سیاسی نقطۂ نظر سے انجام دینا ہے اس لئے ہر پہلو کا لحاظ ضروری ہے، پس اس قحط الرجال کے زمانہ میں اغراض و مقاصد شریعت کو مد نظر رکھ کر میرے نزدیک جن شرائط کے ساتھ امیر کا انتخاب ہونا چاہئے وہ حسب ذیل ہیں، مجھے امید ہے کہ آپ بھی پسند کریں گے:

(۱) عالم باعمل صاحب فتویٰ جس کا علمی حیثیت سے زمرہ علماء میں ایک حد تک وقار و اثر ہو تاکہ علماء کرام اس کے اقتدار کو تسلیم کریں اور صاحب بصیرت ہو تاکہ نہایت تدبیر کے ساتھ احکامات نافذ کرے۔

(۲) مشائخ طریقت میں بھی صاحب وجاہت ہو اور اس کے حیطۂ اثر میں اپنے صوبہ کے مسلمانوں کی ایک متعد بہ جماعت اس حیثیت سے موجود ہو کہ عوام و خواص اس کے اثر سے متاثر ہوں اور تنظیم شرعی و اجتماعی قوت جلد سے جلد پیدا ہو سکے۔

(۳) حق گوئی و حق بینی میں نہایت بیباک ہو اور کسی مادّی طاقت سے

متاثر و مرعوب ہونے کا بظاہر اندیشہ نہ ہو۔

(۴) مسائل حاضرہ میں بھی ایک حد تک صاحب بصیرت ہو اور تدبیر کے ساتھ کام کر رہا ہو تاکہ ہمارا کام بحسن وخوبی تیزی کے ساتھ آگے بڑھے۔

(۵) لاپروائی اور خودرائی کے مرض سے پاک ہو۔

میرے نزدیک اسی قدر شرائط موجودہ وقت میں مع لحاظ احکام شریعت بہت کافی ہیں۔ بلکہ یہ وہ معیار ہے جس کی بنا پر شاید صوبہ ہذا میں دو ہی ایک آدمی مل سکتے ہیں۔ ورنہ آپ کو معلوم ہے کہ شرائط اجتہاد عرصہ مزید سے امام اور مفتی کیلئے بھی (مجبوراً) غیر ضروری قرار پا چکے ہیں۔ اب رہا اصول انتخاب تو ظاہر ہے کہ یہ احکام شرعاً ارباب حل و عقد کا ہے۔ جس کے مصداق علماء کرام وذی علم مشائخ اور یہ حق شرعاً انہیں کو حاصل ہے۔ اس کے بعد عوام کا فرض انقیاد واتباع ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام صوبہ کے ہر عالم اور ہر شیخ طریقت وکل ارباب حل و عقد کا وقت انتخاب موجود رہنا یا کل کا اتفاق کرنا بھی ضروری نہیں۔ خلیفہ اول کا انتخاب آپ کے پیش نظر ہے کہ بغیر موجودگی تمام ارباب حل و عقد انتخاب عمل میں آیا اور اس کی صحت پر اجماع ہوا بلکہ تمام اہل مدینہ وبلاد اسلامیہ میں انتخاب کئے جانے کا اعلان بھی نہیں ہوا تھا۔ (اس سے مقصود دلیل کی طرف اشارہ ہے یہ مقصود نہیں کہ صوبۂ بہار کا امیر خلیفۃ المسلمین ہوگا، جیسا کہ بعض

لوگوں کو دھوکا ہوا تھا) پس اعلان عام ودعوت خاص کے بعد جس قدر بھی علماء ومشائخ (اور دیگر اہل الرائے) تاریخ مقررہ پر مجتمع ہوکر انتخاب فرمالیں گے۔ شرعاً وہ بالکل درست ہوگا، اور بقیہ حضرات پر تسلیم وانقیاد واجب طریق کار امیر یہ ہوگا کہ چند چیدہ علماء (اور اہل الرائے) کی ایک مجلس شوریٰ ہوگی جس سے (اہم معاملات میں) مشاورت کے بعد باصول شریعت امیر فیصلہ کرے گا احکامات جاری ونافذ کرے گا، جن کی نظیریں قرون اولیٰ کے اندر موجود ہیں۔

محترما!

اب آخر میں مکرر جناب سے گذارش ہے کہ ان جمیع معروضات کو غور سے مطالعہ فرمایئے اور جو شرائط ومعیار امارت میں نے عرض کئے ہیں اگر آپ کو اس سے اتفاق ہو تو اسی معیار کے مطابق ہمارے صوبہ میں سے جن حضرات کو آپ اہل سمجھتے ہوں اور بہتر سمجھتے ہوں، مہربانی فرماکر ان سے بھی استمزاج کر کے آپ تشریف لائیں اور اس معیار کے علاوہ اس سے کوئی بہتر معیار نظر بہ حالات حاضرہ باصول شریعت جناب کے خیال میں آئے تو مجھ کو مطلع فرمائیں۔

وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ أنیب۔

فقط والسلام۔

خادم ملکم ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

مکتوب بنام

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

از امارت شرعیہ بہار

محترم المقام جناب مولانا محمد اشرف علی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا مرسلہ رسالہ مجموعی رسائل (الحیلۃ الناجزۃ) میری غیبت میں پہنچا میں سفر میں تھا۔ اس لئے آج تک دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، جناب کا نہایت شکر گذار ہوں کہ آپ نے اس ناچیز کے پاس بھیج دیا۔

اس وقت جزء دوم کا مقدمہ سرسری طور پر دیکھا، دار الکفر میں، قضاء بین المسلمین کی ضرورت کو پوری کرنے کے لئے فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے جو صورت تجویز فرمائی ہیں وہ نہ معلوم کیوں اس رسالہ میں مذکور نہ ہوئیں۔

یعنی یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین اور أن ینفقوا علی واحد یجعلونہ والیاً فیولی قاضیاالخ۔

اور جب یہ صورت موجود ہے تو پنچایت کی صورت اختیار کرنا

بلاضرورت مسئلہ غیر کا اختیار کرنا ہوگا، اس مسئلہ کی بابت شامی، بحر، نہر، فتح القدیر وغیرہ میں جو عبارتیں ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہ ہوں گی، مگر سہولت کے لئے مولانا محمد علی صاحب مرحوم مونگیری کا خطبہ روانہ خدمت کرتا ہوں جس میں وہ تمام عبارتیں مذکور ہیں تاکہ جناب آسانی سے ان سب پر پھر غور کر سکیں، افسوس ہے کہ آج ہی چند گھنٹے کے بعد پھر باہر سفر میں جارہا ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ اچھی طرح مطالعہ کے بعد جو کچھ عرض کرنا ہوگا عرض کروں گا۔ اس وقت جو بات نہایت اہم معلوم ہوئی اس کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوا، اگر جناب کے متبرک قلم سے حنفیہ کے اس مسلک کا بیان بھی اب بطور ضمیمہ اس رسالہ میں شامل ہو جائے تو بہتر ہوگا، اس مسئلہ کی ضرورت واہمیت کے علاوہ پنچایت کی عملی دقتیں بہت زیادہ ہیں، اور ان شرائط کی نگاہ داشت بھی بہت مشکل ہوگی۔

والسلام فقط

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ

۲۵ر ربیع الاول ۴۳ھ

مکتوب بنام

مسٹر محمد علی جناح

صدر آل انڈیا مسلم لیگ

''ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ کے خطوط جو مسٹر جناح مرحوم کے نام ہیں وہ حقوق اسلامی اور مسلم لیگ کے نام سے ایک رسالہ کی شکل میں ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوئے تھے۔ یہ رسالہ حضرت مولانا عبد الصمد رحمانیؒ کے تعارف و حواشی کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ وہ تعارف اور حواشی حذف نہیں کیے گئے ہیں ان کو جوں کا توں رہنے دیا گیا ہے''۔(مرتب)

تعارف

نوع انسانی کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ وہ وقت کی صحیح پکار پر کان رکھے، اور قانون قدرت کا مقتضاء بن کر تقدیر الٰہی کا مظہر بن جائے، ہر ابھرنے والی جماعت کی سر بلندیوں کی تاریخ آپ کو بتائے گی کہ قدرت کے ہاتھ نے اسی وقت ان کو سنوارا ہے، جب انہوں نے قدرت کی پیدا کردہ ماحول کی آواز پر کان رکھا اور اپنے کو میدان عمل کے حوالہ کر دیا۔

ہم پُر امید تھے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ کے موقع پر ارباب مسلم لیگ وقت کی صحیح پکار سے بے اعتنائی نہ کریں گے اور مسلم نوجوانوں کے

ولولہ عمل کے بے پایاں جوش و خروش کو وقت کا مقتضاء سمجھ کر تہنیت و تبریک کے ساتھ خیر مقدم کریں گے۔

مگر بُرا ہو ارباب عافیت کوش کی بے عملی کا کہ ایک طرف تو نوجوانوں کی حرارت قلب کو جس نے ان کو انگارا بنا رکھا ہے، بجھا کر خاکستر کر دیا اور دوسری طرف انہوں نے اس دعوت حق سے بھی بے اعتنائی برتی جو بر محل حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب مدظلہ العالی نے "اسلامی مفاد کے تحفظ اور مشکلات کا واحد حل" کی حیثیت سے پیش فرمایا اور مسٹر جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے نام ۲۴/دسمبر ۱۹۳۸ء کو جب وہ پٹنہ تشریف لا چکے تھے بھیجا گیا۔

مسلم لیگ کو کیا کرنا چاہئے تھا، اور وقت کا کیا اقتضاء تھا، اجمالی طور پر اس دعوت حق میں سب کچھ بتا دیا گیا تھا مثلاً:

ہندوستان اس وقت جس دور سے گذر رہا ہے اور یہاں جو بین الاقوامی گتھیاں الجھی ہوئی ہیں، وہ سب آپ کے پیش نظر ہوں گی اور اندرون ملک مسلمانوں کی ملی و مذہبی پوزیشن جن مصائب و مشکلات میں گھری ہوئی ہے، وہ کسی واقف کار سے مخفی نہیں ہے۔۔ ملت اسلامیہ کی تعمیر اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول بر حق کی تعلیمات پر مبنی ہے اور ان تعلیمات کے اصول و فروع کی پابندی سے ملت اسلامیہ کی تعمیر اور نشو و نما ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اور فساد و ہلاکت کے اصلی سر چشمہ کے متعلق واضح الفاظ میں کھل کر یہ توجہ دلائی گئی تھی کہ:

"اصلی فساد وہلاکت" کا سرچشمہ برٹش حکومت کا لعنتی دستور حکومت ہے یہ روگ بمنزلہ سل ودق ہے اور فرقہ وارانہ فسادات یا نوکریوں یا وزارتوں میں حق تلفی بمنزلہ پھوڑا اور پھنسی ہیں۔

اور آخر میں اس فساد وہلاکت کے انسداد کا صحیح حل یہ بتایا گیا تھا کہ:

"میرا جناب کو مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ پٹنہ کے اجلاس مسلم لیگ میں اصل اصول اور بنیادی اسلامی نقطۂ نظر اور ملکی مفاد کو سامنے رکھکر حرب سلمی (سول نافرمانی) کی تجویز پاس کریں اور اسی اجلاس میں دائرۂ حربیہ وار کونسل بناکر وسط جنوری ۳۹ء یا ابتدائے فروری سے مہم کے آغاز کا فیصلہ کریں، مجھے یقین ہے کہ یہ جنگ کامیاب ہوگی"۔

بہر حال حضرت نائب امیر شریعت صوبۂ بہار مدظلہ کے مکتوب گرامی میں جہاں سول نافرمانی کا مشورہ تھا، وہاں ملی اور مذہبی امور کے تعمیری کاموں کی طرف بھی اشارہ تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ اولاً برطانوی دستور حکومت کے ہاتھوں اسلامی احکام کی پامالی کی گئی ہے، اس کا انسداد کیا جائے اور محنت کر کے سول نافرمانی کے لئے حرب سلمی مہم کا آغاز کیا جائے اور اگر کوئی مجبوری اس کی اجازت نہ دے، تو ثانوی درجہ میں کم از کم آئینی طور پر ملی اور مذہبی امور کے تعمیری کاموں پر توجہ مبذول کی جائے، جس کا ہر مسئلہ وقت کا ایسا مقتضا تھا جو اپنے متعلق زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا کہ:

مصلحت دید من آں ست کہ یاراں ہمہ کار | بگذارند و سر طرۂ یارے گیرند

مگر مسلمانوں کی جماعتی بد نصیبی کی انتہا یہ ہے کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ ہونے کی مدعی جماعت نے ان دونوں کاموں میں سے کسی کی طرف توجہ نہیں کی اور آل انڈیا مسلم لیگ پٹنہ کا چہار روزہ اجلاس نشستند و گفتند و برخاستند کی مشہور عالم مثل کے نذر ہو کر رہ گیا۔

اب ایسی حالت میں کہ ان ملی اور مذہبی امور کی جانب سے جن کی طرف اجمالاً اشارہ کیا گیا تھا، مگر اہمیت کے لحاظ سے خط کے پہلے ہی حصہ میں سب سے پہلے توجہ کے مرکوز ہونے کے لئے پیش کیا گیا تھا، مسلم لیگ پٹنہ کے اجلاس میں بالکل بے اعتنائی برتی گئی، ضرورت داعی تھی کہ ان کی اہمیت کو واضح طور پر نمایاں کر کے صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی خدمت گرامی میں پیش کر دی جائے اور ان کو بتایا جائے کہ آپ کو ملی حیثیت سے، ذہنی حیثیت سے، سیاسی حیثیت سے، اقتصادی حیثیت سے، بین الاقوامی مسائل کی حیثیت سے، پھر وہاں کی مقامی اہمیت کے لحاظ سے، صوبائی حیثیت سے کیا کرنا تھا؟ اور کیا کیا؟ اور کیا نہ کیا؟

چنانچہ حضرت نائب امیر شریعت صوبۂ بہار مدظلہ العالی کی حقیقت شناس بصیرت نے اس ضرورت کو اس طور پر پورا کر دیا کہ دوسرا خط بتاریخ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۳ر جنوری ۱۹۳۹ء صدر آل انڈیا مسلم لیگ مسٹر جناح کے نام لکھا اور اپنی جانب سے اتمام حجت کر دیا، چوں کہ یہ خط مسٹر جناح صاحب کو بحیثیت ان کی صدارت مسلم لیگ کے لئے لکھا گیا اور عام پبلک سے اس کا تعلق

ہے، اس لئے اس خط کو ہم افادۂ عوام کی غرض سے ''اسلامی حقوق اور مسلم لیگ'' کے نام سے شائع کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ خداوندا:

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل　　　اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے

ہم ان ارباب مسلم لیگ کی خدمت میں جو مسلم لیگ سے مذہبی تحفظ کی امید رکھتے ہیں عرض کریں گے کہ وہ خصوصیت سے اس خط کے دوسرے نمبر کو ملاحظہ فرمائیں جو ''مسلم لیگ اور مذہبی حقوق کی حفاظت'' کے عنوان کے ماتحت لکھا گیا ہے اور غور کریں کہ کیا ارباب مسلم لیگ ان امور کے متعلق کوئی اجتماعی اور آئینی تجویز بھی منظور نہیں کر سکتے تھے؟

مسلم لیگ کا وہ پس منظر جس کا مذہب کے خلاف اجلاس پٹنہ میں مظاہرہ ہوا، اس کے متعلق بجز اس کے اور کیا عرض کیا جائے کہ شاید یہ اسلامی کلچر کی عملی حفاظت تھی۔

آخر میں ہم حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبۂ بہار مدظلہ کے پہلے خط کو ضمیمہ (۱) اور مسودہ ''نظارت امور شرعیہ'' جس کا ذکر اس دوسرے خط میں آیا ہے، ضمیمہ (۲) قرار دے کر شائع کر دینا مناسب سمجھتے ہیں، تاکہ ناظرین اس خط کے ساتھ اس کے مطالعہ سے بھی استفادہ کریں اور غور فرمائیں کہ امارت شرعیہ پھلواری شریف کا ادارہ مسلمانوں کے تعمیری اور اصلاحی امور کے متعلق کیا نقطۂ نظر رکھتا ہے؟ اور کیا کرتا رہتا ہے؟

عبدالصمد رحمانی

پھلواری شریف پٹنہ

۲۹/ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

حامداً و مصلیاً و مسلّما

مکرمی جناب مسٹر محمد علی جناح صاحب صدر آل انڈیا مسلم لیگ زادالطافہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہندوستان اس وقت جس دور سے گذر رہا ہے اور یہاں جو بین الاقوامی گتھیاں الجھی ہوئی ہیں وہ بھی آپ کے پیش نظر ہوں گی، ہندوستان کے باہر مسلمانوں کے لئے فلسطین کا معاملہ جس قدر اہم ہے، وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اندرون ملک مسلمانوں کی ملی ومذہبی پوزیشن جن مصائب ومشکلات میں گھری ہوئی ہے وہ کسی واقف کار پر مخفی نہیں ہے، جابجا فرقہ وارانہ فساد جو ہوتے رہتے ہیں، یا ذبیحہ گاؤ و قربانی میں رکاوٹیں ہوتی رہتی ہیں، جو اگرچہ نہایت تکلیف دہ اور مصیبت انگیز ہیں، لیکن ان سے زائد مصیبت کبریٰ یہ ہے کہ برٹش امپائر نے ۱۹۰۹ء سے جس قسم کی جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی ہے اور جس بنیاد پر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی عمارت کھڑی کی گئی ہے، وہ اسلامی نقطۂ نظر سے ملت اسلامیہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ نہایت خطرناک ہے۔

جناب کو معلوم ہے کہ ملت اسلامیہ کی تعمیر، اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس

کے رسول برحقؐ کی تعلیمات پر مبنی ہے، اور ان تعلیمات کے اصول وفروع کی پابندی سے ملت اسلامیہ کی تعمیر اور نشوونما ہوتی ہے، اسی کے ساتھ کم از کم تمام وہ احکامات جن کو بین المسلمین سے تعلق ہو، ان کے اجرا و نفاذ کا اختیار کلیۃً مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے، بغیر اس کے ملت اسلامیہ بحیثیت ملت زندہ و باقی نہیں رہ سکتی، مگر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے اندر اور اس کے ماتحت حکومت کے جمہوری اداروں کے اندر مسلمانوں کو دین وملت کے کاموں کے لئے کوئی اختیار بھی نہیں دیا گیا ہے، پس اصلی فساد اور ہلاکت کا سرچشمہ برٹش حکومت کا لعنتی دستور حکومت ہے، یہ روگ بمنزلہ سل ودق ہے اور فرقہ وارانہ فسادات، نوکریوں یا وزارتوں میں حق تلفی بمنزلہ پھوڑا پھنسی ہیں، یہ وہ حقیقت ہے جو کسی اسلامی مدبر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام اسلامی جماعتوں اور انجمنوں نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۳۵ء کو ناقابل قبول قرار دیا ہے، نیز ملکی سیاسی جماعتوں نے بھی اس کو قابل رد بتایا ہے، لیکن ان کا نقطۂ نظر دوسرا ہے اور اسلامی جماعتوں نے جو اس کو ردی کا ٹوکرا قرار دیا ہے تو ان کے سامنے دونوں نقطۂ نگاہ ہے، سیاست ملکی بھی، اور سیاست اسلامی بھی، مسلمانوں کی قومی ہلاکت کا اندازہ آپ اسی سے کر سکتے ہیں کہ ابھی ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ مسلمانوں کے مسودۂ قانون انفساخ نکاح سے، ان کی مرضی کے خلاف وہ دفعہ مرکزی اسمبلی کے سلیکٹ کمیٹی (مجلس منتخبہ) نے خارج کر دی جس کا منشا

یہ تھا کہ مسلمانوں کے انفساخ نکاح کا فیصلہ صرف مسلم حاکم کر سکتا ہے اور یہ دفعہ اسلامی اصول و فروع سے اس قدر ضروری اور اہم ہے کہ اگر یہ دفعہ اس بل میں نہ ہو تو یہ ساری بل بیکار ہے بلکہ وہ بل اسلامی اصول سے سم قاتل اور اسلام کے تمدنی و معاشرتی احکام کی دیوار کو منہدم کر دے گا۔

یہ ایسا عظیم حادثہ اسلامی ہے، جس کے مقابلہ میں لاکھوں وزارتوں اور نوکریوں کی قربانی ہیچ ہے، بشرطیکہ مسلمانوں کو اسلامی احکام، اسلامی تمدن و تہذیب (کلچر) کی قدر و قیمت اور اس کی حفاظت کا صحیح اندازہ ہو۔

خوش قسمتی سے آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس پٹنہ میں ہو رہا ہے اور آپ ہی اس کے صدر ہیں، اس لئے امید ہے کہ ان تمام باتوں پر آپ کی نگاہ ہو گی، اور اس اجلاس میں تمام فساد کے انسداد اور اسلامی مقاصد کے حصول کے ذرائع پر غور کر کے کسی موثر اقدام کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس نہایت مناسب اور موزوں وقت پر میں اپنی رائے غور و فکر کے بعد خلوص کے ساتھ پیش کرتا ہوں اور آپ سے امید رکھتا ہوں کہ اس پر انشراح قلب کے ساتھ غور فرمائیں۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اصلی روگ برٹش حکومت کا لعنتی دستور حکومت ہے جس کے متعلق ۱۹۳۶ء میں آپ نے بھی فرمایا تھا کہ "یہ ردی کاغذ ہے، اس کو پھاڑ کر پھینکدو"، اور اسی کے ساتھ ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ نے اپنا

نصب العین ملکی آزادی اور ایک مناسب دستور کے وضع کو قرار دیا ہے، اسی کے ساتھ مسلم لیگ نے دستور ۳۵ء کو نا قابل قبول بتاتے ہوئے مجوزہ فیڈریشن کو بھی رد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، لیکن برٹش حکومت، فیڈریشن کے اجراء و نفاذ پر مُصر ہے، اور قرائن صاف بتا رہے ہیں کہ برٹش حکومت اپنی حکمت عملی سے اس لعنت کو اہل ملک اور مسلمانوں پر مسلط کر کے رہے گی، اگر اس میں کوئی جزوی ترمیم بھی ہوئی تو مسلمانوں کے لئے اس کی مضرت بدستور باقی رہے گی، ان حالات میں مسلمانوں کے لئے غور طلب امر یہ ہے کہ اصلی مرض کو دور کرنے اور فساد کی جڑ کو اکھاڑنے کی کیا تدبیر کریں؟

جناب کو معلوم ہے کہ اس کا علاج بجز اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ حکومت کے موجودہ سسٹم میں کلیۃً انقلاب برپا کیا جائے، لیکن یہ انقلاب صرف تحریروں، تقریروں جلسوں اور جلوسوں سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور نہ صرف ظالموں کو بُرا کہنے سے، اس کے لئے ہمیشہ سے صرف ایک اصول ہے کہ ظالموں اور جابروں کے استبداد کو ختم کرنے کے لئے اور اقامت عدل و انصاف ورضائے الٰہی کے لئے مظلوم قوم اپنے جان و مال کی قربانی پیش کرے اور اس اصول پر عمل کرنے کے لئے دو طریقے ابتدائے تاریخ عالم انسانی سے رائج ہیں، ایک طریقہ جہاد بالسیف ہے اور دوسرا طریقہ بغیر مدافعت جہاد اعلان حق اور تسلیم باطل سے قولاً و عملاً انکار جس کو حرب سلمی بھی کہتے ہیں، اور عرف عام میں

عدم تشدد کے ساتھ سول نافرمانی۔

اس طریقہ جنگ سے عموماً مظلوم اپنی آخری منزل مقصود تک جلد نہیں پہنچتا لیکن ظالم و جابر حکومت مظلوموں پر جنگ کی حالت میں انتہائی ظلم کرنے کے ساتھ نظام حکومت میں اختلال و پراگندگی کو دیکھ کر نیز اپنے جبروتی اقتدار کی پامالی سے گھبرا کر آخر مظلوم بہادروں کے سامنے ایک روز جھکتی ہے، اسی طرح مظلوم قوم اپنے حقیقی منازل میں سے ایک دو منزل طے کر لیتی ہے جس کے بعد اس کا مستقبل روشن ہوتا ہے، ہم مسلمانان ہندوستان کی کیفیتوں اور اپنی آبادی کے نقشوں اور حالتوں کو پیش نظر رکھ کر اس ملک میں صرف دوسرے طریقے کو سر دست اختیار کر سکتے ہیں، اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے، اب غور طلب یہ امر ہے کہ بحالت موجودہ ملک کی آزادی اور ملت اسلامیہ کی اسلامی تمدنی و تہذیبی خود اختیاری کو پیش نظر رکھ کر جس پر ملک کی خوشحالی اور امن و امان کا دارومدار ہے، مسلمان اقدام کر کے اس طریقہ جنگ کو کیوں نہ اختیار کریں، کیوں کہ حصول مقصد اور ملی حیات کا راز جنگ میں مضمر ہے، اس لئے کہ اسلام کی تعلیم ہے۔ الجهاد قاض إلى يوم القيامة یعنی جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

اس لئے میرا جناب کو مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ پٹنہ کے اجلاس مسلم لیگ میں اصل اسلامی اصول اور بنیادی اسلامی نقطۂ نظر اور ملکی مفاد کو سامنے رکھ کر حرب سلمی (سول نافرمانی) کی تجویز پاس کریں اور اسی اجلاس میں دائرہ حربیہ

(وار کونسل) بناکر وسط جنوری ۳۹ءیا ابتدائے فروری سے مہم کی آغاز کا فیصلہ کریں، مجھے یقین کامل ہے کہ یہ جنگ کامیاب ہوگی، کیوں کہ عوام کی بے چینی کا حال آپ کو معلوم ہے، پورنیہ کی مسلم لیگ نے سول نافرمانی کی ایک تجویز پیش کی ہے جو اگرچہ نہایت محدود ہے اور اس میں پھوڑا پھنسیوں کے درد کے امداد کے لئے اس اقدام کا فیصلہ کیا ہے اور فساد کے درخت سے اس کی چند پتیوں کو جھاڑنے کا ارادہ کیا گیا ہے، حالانکہ ضرورت ہے کہ اس درخت ہی پر کلہاڑا چلایا جائے، اگر ہم پورے درخت کو اپنے پہلے حملہ میں جڑ سے نہ کاٹ سکے تو چند شاخیں ضرور کٹ کر رہیں گی اور پتیاں تو بے شمار خود بخود جھڑ کر گریں گی۔

آپ یقین فرمایئے کہ جو مناسب فضا اور ماحول اس وقت موجود ہے شاید آئندہ جلد میسر نہ آئے، اگرچہ میں یہ خط ذاتی حیثیت سے لکھ رہا ہوں اور میں اپنی ذات سے آپ کی اس جنگ میں شرکت کا یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت اصولاً صرف یہ کر سکتا ہوں، لیکن جہاں تک جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار، کانگریسی حلقے کے اکثر مسلم نوجوانوں کے خیالات ورجحانات کا مجھے علم ہے، ان کی بنا پر مجھے یقین ہے کہ وہ جماعتیں اور اشخاص بھی اس جنگ میں شریک ہو جائیں گے، بلکہ قرینہ یہ ہے کہ بہت سے غیر مسلم حریت پسند بھی شریک جنگ ہو جائیں گے۔

اس وقت جنگ شروع کرنے سے ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو چند فوائد حاصل ہوں گے:

اول تو اصل مقصد کی طرف عملاً ایک قدم بڑھائیں گے اور ملت اسلامیہ میں حیات ملی کی روح تازہ ہو جائے گی۔

دوم یہ کہ اس مقصد عظیم میں تمام اسلامی جماعتیں اور ادارے متحد ہو جائیں گے، جو بجائے خود ایک اہم مطلوب ہے۔

سوم یہ کہ بیرون ہند فلسطین کے عربوں اور آزاد قبائل ماورائے صوبہ سرحد کو بھی ہماری جنگ سے فائدہ پہنچنے کی امید ہے، گویا ہم بیک وقت ایک ہی عمل سے اپنے سہ گونہ فرائض ادا کریں گے۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں اپنی علالت اور عدیم الفرصتی کے باعث آج سے پہلے یہ خط آپ کو نہ لکھ سکا اور یہ کہ یہ خط بہت طویل ہو گیا، مگر اتنی طوالت ناگزیر تھی، امید کرتا ہوں کہ آپ میری تکلیف دہی کو در گذر کرتے ہوئے میرے مخلصانہ مشورہ پر غور فرما کر اسے قبول فرمائیں گے۔

فقط والسلام

ناچیز خادم ملت اسلامیہ

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ

۲۴ر دسمبر ۱۹۳۸ء

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

"مفکر اسلام حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کے صدر جناب محمد علی جناح مرحوم کو ۲۴؍ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ایک خط، مسلم لیگ کے پٹنہ اجلاس کے موقع پر تحریر فرمایا تھا جس میں حضرت مولاناؒ نے ان کو مسلمانوں کے مسائل اور ان کے حل کی طرف متوجہ فرماتے ہوئے ان مسائل پر مسلم لیگ کے پٹنہ اجلاس میں غور کر کے راہ عمل طے کرنے کا مشورہ دیا تھا، لیکن حضرت مولاناؒ کے خیر خواہانہ مشورہ پر کوئی توجہ نہیں کی گئی اور نہ ان امور پر پٹنہ اجلاس میں غور ہی کیا گیا تو حضرت مولاناؒ نے ۲۳؍ جنوری ۱۹۳۹ء کو دوسرا خط تحریر فرمایا۔ یہ خطوط "اسلامی حقوق اور مسلم لیگ" کے عنوان سے حضرت مولانا عبد الصمد رحمانیؒ کے حواشی و مقدمہ کے ساتھ ۱۳۵۷ھ میں رسالہ کی شکل میں چھپ چکے ہیں۔ پھر اسی رسالہ کو مولانا عظمت اللہ ملیح آبادیؒ (رکن جمعیۃ علماء ہند) نے "جمعیۃ علماء، مسلم لیگ اور کانگریس" کے نام سے شائع کیا تھا۔ مگر اب یہ رسائل نایاب ہیں۔ چوں کہ یہ خطوط تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں اور حضرت مولاناؒ کی حق گوئی، جودتِ طبع، دور بینی و پیش بینی اور معاملہ فہمی کے آئینہ دار ہیں اس لئے ان مکاتیب عالیہ کو دوسرے مکتوبات کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ اس مکتوب میں ایک ذاتی معاملہ کی طرف بھی مؤثر انداز میں توجہ دلائی گئی ہے جس کے نتیجہ میں جناب جناح نے اپنی بیٹی سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لیا تھا جو بہت مشہور بات ہے"۔ (مرتب)

(۲)

حامدا و مصلیا و مسلما

از دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار
پھلواری شریف، پٹنہ

جناب مسٹر محمد علی جناح صاحب! زادلطفہ

صدر آل انڈیا مسلم لیگ

بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ میں نے جناب کے نام مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ کے موقع پر ۲۴؍ دسمبر ۳۸ء کو ایک خط لکھا تھا، جس میں اجمالاً تمام

ضروری احوال وضروریات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، آپ اور آپ کے تمام رفقائے کار کے سامنے یہ مشورۂ خیر پیش کیا تھا کہ مسلمانوں کے مذہبی اور ملی درد، دکھ کا اصلی علاج یہ ہے کہ ہندوستان میں برطانیہ کے قائم کردہ نظام حکومت میں کلیۃً انقلاب برپا کیا جائے اور اسی مقصد سے سردست حرب سلمی (پُرامن سول نافرمانی) کی راہ اختیار کی جائے اور اب جب کہ مسلم لیگ کی تمام کارروائیاں سامنے آگئیں اور اچھی طرح ان پر غور کیا گیا، تو جن حقائق کا انکشاف ہوا، ان کو ظاہر نہ کرنا ملت اسلامیہ کے لئے سخت مضر ہے، اسی وجہ سے آج یہ دوسرا خط جناب کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں تاکہ آپ اس پر غور کریں اور اصلاح حال کی کوشش کریں اور کوئی بات غلط ہو تو مطلع فرمائیں، میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا۔

مسلم لیگ اور برطانوی شہنشاہت

مسلم لیگ انگریزوں سے جنگ کرنا نہیں چاہتی:

مجھے نہایت افسوس ہے کہ مسلم لیگ نے اصل مقصد کو پیش نظر رکھ کر برٹش شہنشاہیت کے خلاف حرب سلمی کے ذریعہ محاذ جنگ میں قدم رکھنے کا فیصلہ نہیں کیا، معلوم ہوتا ہے کہ مسلم لیگ کی رہنمائی جن ہاتھوں میں ہے، ان

کی اکثریت آج بھی انگریزوں پر اعتماد رکھتی ہے اور کم از کم مسلمانوں کے اصلی اور سب سے بڑے دکھ کیلئے جنگ کرنا نہیں چاہتی ہے۔

ایک مسلم لیگی لیڈر کا نظریہ:

اجلاس کے دوران ہی میں ۲۵/ دسمبر کو آپ کے ایک دست راست اور زیر دست مرکزی لیڈر ۲/ دسمبر ۳۸ء والے خط کو بغور پڑھ کر کہا کہ "ان کا مقصد تو یہ ہے کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے، ان سے کہا گیا کہ ہاں مقصد تو یہی ہے، کیا آپ اور مسلم لیگ آزادی کامل کا نصب العین قبول کرنے کے بعد بھی یہ نہیں چاہتے؟ انہوں نے اس کے جواب میں بلا تکلف یہ فرمایا کہ "پھر اس کا راستہ کانگریس ہے اس میں شریک ہو جایئے"، ان سے کہا گیا کہ جو لوگ مسلم لیگ سے مایوس ہیں، وہ تو اسی لئے اس میں آج بھی شریک ہیں، مگر مسلم لیگ کے ہائی کمانڈر تو ان کو صرف کافروں کی جماعت کہہ کر مسلمانوں کو اس سے علیحدہ رکھنے پر مصر ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ خالص مسلمانوں کی جماعت ہے، وہ اسلامی مقاصد، اسلامی سیاست اور اسلامی حقوق کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے، جان و مال کی قربانی کی راہ اختیار کرے، تمام مسلمان متحد بھی ہو جائیں گے اور کانگریس بھی آخر مسلم لیگ کی متابعت کرے گی، مگر وہ صاحب بار بار یہی فرماتے رہے کہ "اس مقصد کی راہ کانگریس ہے"۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ مسلم لیگ کے تمام لیڈروں کا یہی خیال ہے، لیکن ایک بات اور بھی میرے سامنے ہے کہ مسلم لیگ کا جو لیڈر وائسرائے یا وزیر ہند سے مل کر اپنی جگہ پہنچتا ہے تو وہ مسلم لیگ کا داعی اور بہت بڑا حامی بن کر آتا ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں کیا راز ہے؟

مسلم لیگ کا آزادی کامل کے نصب العین سے تعلق:

ان باتوں کے علاوہ جب یہ غور کیا جاتا ہے کہ جب سے مسلم لیگ نے اپنا نصب العین کامل آزادی مقرر کیا ہے، اس وقت سے لے کر اجلاس پٹنہ تک مسلم لیگ کے جتنے جلسے اور اجلاس ہوئے، خواہ وہ آل انڈیا ہوں یا صوبہ جاتی، کسی ایک کے خطبہ میں بھی اس نصب العین کا تذکرہ تک نہیں ہے اور نہ اس مقصد کے لئے آج تک کوئی تجویز منظور ہوئی ہے (۱)۔

یہاں تک کہ اجلاس پٹنہ جس میں بقول ارباب مسلم لیگ ”مسلمانوں کا بے مثل اجتماع اور انتہائی جوش و خروش کا مظاہرہ“ تھا، پھر بھی آزادی کامل کا نصب العین کے ذکر خیر کو مسلم لیگ کے پنڈال میں کوئی جگہ نہیں دی گئی۔

ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر اگر نتیجہ اخذ کیا جائے کہ ارباب مسلم لیگ

---

(۱) کیا بے عملی کی اس حالت میں ارباب مسلم لیگ مسٹر سید عبد العزیز صاحب صدر صوبہ بہار مسلم کے ان ”ارشادات گرامی“ کی طرف توجہ فرمائیں گے ؟ کہ ”نہ مکمل آزادی کا تخیل بڑا ہے، نہ اس کے صرف اعلان سے کوئی شخص بڑا حوصلہ مند شمار کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ اس سے بھی بڑے حوصلے اور ہمت کے جذبات بہت سے دلوں میں موجود ہوں گے، جیسے مسلمانوں کی یہ خواہش کہ ہندوستان غیروں کی حکومت سے نہ صرف آزاد ہو جائے بلکہ یہاں پھر مسلمانوں کی سلطنت قائم ہو جائے الخ (بیان عزیز)۔

عبد الصمد رحمانی۔

انگریزوں کے مقابلہ (۱) کا کوئی حوصلہ اپنے اندر نہیں پاتے ہیں اور نہ آزادی کامل کے لئے کوئی عملی جد وجہد کرنا چاہتے ہیں، تو کیا یہ غلط ہوگا؟ یہ سوال غریب مسلمانوں سے نہیں ہے کیوں کہ وہ تو بہادر سپاہی ہیں، بلکہ سوال مسلم لیگ کے مرکزی اور صوبہ جاتی لیڈروں اور ہائی کمانڈروں سے ہے، اگر یہ نتیجہ جو واقعات اور حقائق پر مبنی ہے، صحیح ہے تو پھر میرے مشورہ کو ارباب مسلم لیگ کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل نہ ہونا کوئی تعجب انگیز نہیں ہے، مگر اسی کے ساتھ مسلمانوں کے اصل مقاصد کے پیش نظر اس کا وجود بھی محض بیکار، اور علَم برداران اسلام اور مجاہدین حق کی اس سے علیحدگی بھی ناگزیر ہے، اور عام مسلمین بھی زیادہ دنوں تک شاید اس کے ساتھ وابستہ نہ رہ سکیں، اگر انہوں نے غور وفکر سے کام لیا۔

---

(۱) کیوں کہ مسٹر سید عبدالعزیز صاحب صدر صوبہ بہار مسلم لیگ کا ارشاد یہ ہے کہ:

"اول تو اتحاد نہیں، دوم پوری صلاحیت نہیں، سوم سامان حرب نہیں، اس پر مکمل آزادی حاصل کرنے کا حوصلہ یا دعوی کہاں تک دانشمندی کا ثبوت دیتا ہے"؟

(بیان عزیز ر ۶۰) عبدالصمد رحمانی۔

مسلم لیگ و مذہبی حقوق کی حفاظت

مسلم لیگ کی مذہبی بے اعتنائی کی چند مثالیں:

مسلم لیگ کے دوسرے نصب العین مسلمانوں کے مذہبی حقوق کی حفاظت کو پیش نظر رکھ کر اس کے قولی اور عملی کارروائیوں پر نظر کی جاتی ہے، تو نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اس مقصد کے اعتبار سے مسلم لیگ کا اجلاس پٹنہ بھی اپنی ۳۳ سالہ روایات کا حامل ہے، اور اپنی نئی زندگی میں مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت کے ادعا کے باوجود، اسلامی سیاست اور مذہبی حقوق کی حفاظت کی طرف اس نے ادنیٰ توجہ بھی نہیں کی، مثال کے طور پر ذیل کی چند مثالوں پر غور فرمائیے:

احکام وراثت میں تبدیلی:

(الف) ۱۸۵۰ء میں انگریزوں نے مسلمانوں کے احکام وراثت میں تبدیلی پیدا کر دی کہ تبدیلیٔ مذہب کا کوئی اثر وراثت پر نہیں پڑے گا، یعنی مسلمان مورث کا ترکہ اس کے مرتد اور کافر رشتہ دار کو ملے گا، ملعون انگریزی قانون جو اسلامی قانون کا ناسخ ہے، آج تک موجود ہے۔

محکمہ دار القضاء کی بربادی:

(ب) مسلمانوں کے باہمی معاملات مثلاً نکاح، طلاق، وراثت کے جھگڑوں کے فیصلوں کے لئے شاہ عالم کے معاہدہ کے رو سے مسلمان قاضیوں کا تقرر انگریزوں پر لازم تھا، لیکن رفتہ رفتہ انگریزوں نے اس کو ایک دم ختم کردیا، جس سے مسلمانوں کا ایک نہایت ضروری نظام معاشرت درہم برہم ہو گیا اور آج تک تباہ ہو رہا ہے۔

ساردا ایکٹ:

(ج) مسلمانوں کے قانون ازدواج میں ۱۹۳۰ء میں جب کہ حکومت کی مرکزی اسمبلی نے یہ مداخلت کی کہ ۱۴ر سال سے کم عمر کی لڑکی ۱۸ر سال سے کم عمر کے لڑکے کا صرف نکاح بھی جرم اور موجب سزا ہے۔ اس قانون کے خلاف جمعیۃ علمائے ہند نے سخت احتجاج کیا۔ محترم محمد علی مرحوم نے سخت مخالفت کی، مگر یہ قانون آج تک مسلمانوں پر مسلط ہے، بلکہ مرکزی اسمبلی نے اس کو اور قوی تر بنادیا ہے۔ آپ اس قانون کے بننے اور اس کی مزید تقویت کے زمانہ میں مرکزی اسمبلی کے ممبر تھے اور آج تک ہیں، بلکہ اب تو شاید مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ کی پارٹی موجود ہے۔ مگر اسلامی حقوق کی حفاظت سے تقریباً کلیۃً بے نیاز ہے۔

شریعت بل اور اس میں ترمیم:

(د) صوبۂ سرحد، صوبۂ پنجاب، صوبۂ بمبئی وغیرہ میں مسلمانوں کے حقوق وراثت کا فیصلہ قانون اسلام کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ لڑکیاں، باپ، ماں

کے ترکہ سے رواجی قانون کے ماتحت محروم ہوتی ہیں، علمائے اسلام ہمیشہ سے کوشش کرتے رہے کہ مسلمانوں کے حقوق وراثت میں قانون اسلام کو لازم قرار دیا جائے اور رواج سے فیصلہ نہ ہو، آخر جمعیۃ علمائے صوبۂ سرحد نے حسب رہ نمائی جمعیۃ علمائے ہند ۳۵۔۱۹۳۶ء میں پیہم کوشش کی اور "شریعت بل" کے نام سے ایک مسودۂ قانون تیار کرایا، جو صوبۂ سرحد کی اسمبلی سے پاس ہوا، اور اب الحمدللہ وہاں کے مسلمانوں کو برٹش دور حکومت کے غیر اسلامی رواجی قانون کی لعنت سے نجات ملی۔

لیکن پنجاب، بمبئی اور بعض دیگر علاقوں میں ابھی تک اس رواجی قانون کی لعنت مسلط ہے، اس لئے تقریباً وہی "شریعت بل" جو صوبۂ سرحد میں قانون بن چکا تھا، اسی کو مرکزی اسمبلی میں ایک دیندار مسلمان حافظ عبداللہ صاحب نے تمام ہندوستان کے لئے پیش کر دیا تاکہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے سر سے رواجی قانون کی لعنت دور ہو اور اسلامی قانون کا احترام قائم ہو جائے، مگر مرکزی اسمبلی میں کسی مسلمان (۱) نے ایک ایسی ترمیمی دفعہ بڑھادی جس کی وجہ سے

---

(۱) یہ مسلمان آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح ہیں جن کی ترمیم نے مسودۂ قانون شریعت کو مسخ کر دیا، اصل مسودہ قانون شریعت جس کو حافظ محمد عبداللہ صاحب لائل پوری نے مرکزی اسمبلی میں پیش کیا تھا، ان لفظوں میں تھا، قطع نظر اس رولنگ، دستور یا قانون کے جو اس کے خلاف موجود ہے، وراثت، مخصوصہ املاک بنات، منگنی، شادی، طلاق، نان نفقہ، مہر متعینی، ولایت، صغر سنی، صحت نسب، تعلقات خانگی، وصیت جائداد و ترکہ، ہبہ، تقسیم، مذہبی رسوم یا ادارہ (جس میں بشمول وقف و جائداد وقت بھی شامل ہے) کے تمام مقدمات کا فیصلہ بشرطیکہ فریقین مسلمان ہوں، مسلم شخصی قانون شریعت کے مطابق ہوگا"۔

(اخبار روزنامہ احسان لاہور ۲۳ رجون ۳۵ء)

اس قانون کے پیش کرنے کے مقاصد واسباب کو حافظ محمد عبداللہ صاحب نے اس مسودہ کے ساتھ ان لفظوں میں بیان کیا تھا "گذشتہ چند سال سے برٹش انڈیا کے مسلمانوں کی یہ مین خواہش رہی ہے کہ کسی حالت میں بھی قانون رواج کو مسلم شخصی قانون پر ....

اسلامی قانون کا احترام قائم نہ ہو سکا اور شریعت بل جس مقصد سے پیش کیا گیا تھا، بالکل فوت ہو گیا اور پنجاب و بمبئی وغیرہ میں آج تک شریعت کے خلاف رواجی قانون اصولاً قابل احترام باقی رہا، نعوذ باللہ من ذلك۔

..... ترجیح نہ دی جائے، اس مسئلہ پر اخبارات اور پبلک جلسوں میں متواتر آواز اٹھائی گئی، جمعیۃ علمائے ہند نے بھی جو ہندوستان کی سب سے بڑی مذہبی جماعت ہے، اس مطالبہ کی حمایت کی ہے اور لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ اس سلسلہ میں بہت جلد ایک قانون پیش کئے جانے کی ضرورت ہے، قانون رواج ایک غلط نام ہے، بایں وجہ کہ وہ کسی بنیاد پر قائم نہیں اور بڑی سرعت کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے اور یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ مستقبل میں کسی وقت بھی کوئی یقینی اور متعین صورت اختیار کرے گا، جو ہر قانون کا خاصہ ہونا چاہئے، اس نام نہاد قانون رواج کے ماتحت عورتوں کی حیثیت بے حد شرمناک ہے، چنانچہ تمام مسلم حلقوں نے قانون رواج کی اس بناء پر مخالفت کی ہے کہ اس قانون سے ان کے شرعی حقوق میں دست اندازی ہوئی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ ان پر مسلم شخصی قانون وشریعت کا اطلاق کیا جائے، مسلم شخصی قانون کا نفاذ اپنے آپ ان کی حیثیت کو اسی حالت پر لے آئے گا جس کی وہ فطرتاً حقدار ہیں علاوہ بریں اگر یہ قانون نافذ کر دیا گیا تو اس کا جمہور پر بہت خوشگوار اثر پڑے گا، اس لئے کہ اس کی وجہ سے لوگوں کے باہمی حقوق اور ذمہ داریاں یقینی اور متعین ہو جائیں گی، مسلم شخصی قانون ایک باضابطہ آئینی کتاب کی صورت میں موجود ہے اور اس قدر واضح ہے کہ اس میں نہ شک وشبہ کی گنجائش ہے اور نہ تحقیق وتلاش کی صورت میں کسی خاص محنت کی ضرورت جو قانون رواج کی خصوصیت ہے"۔

۲۷ / مارچ ۳۵ء

حافظ محمد عبداللہ ممبر لیجسلیٹو اسمبلی

مسٹر جناح صاحب کی ترمیم کے بعد اب اس قانون کی صورت یہ ہو گئی ہے جو روزنامہ احسان لاہور نے ۸ / نومبر ۳۶ء میں شائع کیا ہے: "دفعہ (۲) جملہ رواجات کو برطرف رکھتے ہوئے تمام تنازعات متعلقہ جدی وراثت (ماسوائے زمین قابل زراعت) عورتوں کی جائداد خصوصی (از قسم ورثہ میں ملی ہوئی یا کسی معاہدہ میں حاصل شدہ یا تحفہ کے طور پر عطا کردہ یا قانون شریعت کی کسی دفعہ کے ماتحت حاصل شدہ کوئی ذاتی جائداد) شادی کی تنسیخ (جس میں طلاق، ایلاء ظہار، لعان، خلع، مبارات شامل ہیں) نان نفقہ کا معاملہ جہیز، سرپرستی، تحائف، ٹرسٹ اور ٹرسٹ کی جائدادیں اور وقف (ماسوائے خیرات، خیراتی اداروں اور خیراتی اور مذہبی وقف کے) کا فیصلہ مسلم پرسنل لا (شریعت) کے مطابق ہوگا بشرطیکہ فریقین مسلمان ہوں، دفعہ ۳ ہر شخص کو جو حاکم متعلقہ کو اطمینان دلائے کہ وہ مسلمان ہے، وہ انڈین کنٹریکٹ ایکٹ ۱۸۷۲ء کی دفعہ (۱۱) کے مطابق معاہدہ کرنے کے مجاز ہے، وہ برطانوی ہند کا باشندہ ہے مجوزہ فارم پُر کر کے متعلقہ حاکم کے سامنے اعلان کر سکتا ہے کہ وہ اس ایکٹ سے فائدہ اٹھانے کا متمنی ہے اور اعلان کرنے کے بعد سے دفعہ (۲) اس پر اس کے نابالغ بچوں پر اور ان کی اولاد پر عائد ہو گی، گویا اس پر علاوہ دفعہ (۲) میں مذکور امور کے متبنیٰ بنانا، وصیتیں کرنا اور دیگر متعلقہ قانونی چیزوں کا بھی اطلاق ہو گا"۔

ان دونوں قانون میں کتنا تفاوت ہو گیا اور کس طرح یہ قانون جسد بے روح ہو کر رہ گیا، اس کے متعلق ہم ناظرین سے فقط یہ التماس کریں گے کہ حضرت مولانا مدظلہ کے خط کی روشنی میں ع

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

عبدالصمد رحمانی

نص قرآنی کی تنسیخ

(۵)

(ہ) اس سلسلہ میں اس بل میں ترمیم پیش کرنے والے کی طرف سے ایک مصیبت عظیم یہ نازل ہوگئی کہ انہوں نے اس ترمیم کے ذریعہ اسلام میں ایک خطرناک بدعت ضالہ کا ایجاد کیا ہے، جو سراسر منافی ایمان واسلام ہے کیوں کہ قرآن شریف کے "نص قطعی" سے تو یہ حکم مسلمانوں کے لئے ثابت ہے کہ ہر ایسے امور میں جن کے متعلق اللہ اور اس کے رسولؐ کا فیصلہ ہو، کوئی اختیار کسی مومن مرد اور عورت کو نہیں رہتا ہے، یعنی وہ اس کے قبول کرنے میں مسلوب الاختیار ہوتا ہے، مگر اس ترمیم کی رُو سے اب جائز ہوگیا کہ ایسا شخص جو کہ اسلام کا حلقہ بگوش اور قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہو اس کو اختیار حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے اور فیصل کردہ احکام کو نہ تسلیم کرے اور اُن پر عمل نہ کرے، حالاں کہ قرآن پاک اس اختیار کی نفی کرتا ہے اور اس حکم میں صریح آیت قرآنی موجود ہے، گویا مرکزی اسمبلی نے اس ترمیم کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ آیات وراثت کے احکام کے احترام میں رکاوٹ پیدا کردی

بلکہ ایک دوسری صریح آیت کو بھی منسوخ بنادیا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مسودۂ فسخ نکاح کا مرکزی اسمبلی میں حشر:

(و) انگریزی حکومت نے اسلامی دار القضاء کو توڑ کر جس اسلام دشمنی کا ثبوت دیا ہے اس کا صحیح اندازہ غریب مسلمان اور علمائے حق ہی کر سکتے ہیں، اس ایک محکمہ کے نہ ہونے سے قانون اسلام کے مطابق عورتوں کے ازدواجی حقوق کے تحفظ کا ذریعہ جاتا رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں عورتیں ظالم شوہروں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہونے لگیں، ہزاروں عیسائی اور آریہ ہو گئیں، جمعیۃ علمائے ہند اول یوم سے اصلاح حال کی کوشش کرتی رہی، انگریزی حکومت کے خلاف احتجاج کرتی رہی، محکمہ قضاء کے قیام پر زور دیتی رہی اور آج تک اس محکمہ کے قیام پر مصر ہے، مگر تا قیام محکمہ دار القضاء اس نے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے مسودۂ قانون فسخ نکاح مرتب کیا، اور اس مسودہ میں ایک اہم اور ضروری دفعہ یہ رکھی کہ مسلمان عورتوں کے اس قسم کے مقدمات کا فیصلہ کوئی مسلمان حاکم کرے گا، کیوں کہ اگر کوئی غیر مسلم حاکم فیصلہ فسخ نکاح کا کرے گا تو وہ شرعاً نافذ نہیں ہوگا اور وہ عورت شرعاً ظالم شوہر کی زوجیت سے خارج نہیں ہوگی چنانچہ یہ مسودہ اسمبلی میں پیش ہو گیا، سلیکٹ کمیٹی میں گیا، لیکن کمیٹی نے باتفاق رائے مسلم حاکم کے دفعہ کو مسودہ سے خارج کر دیا، یعنی کمیٹی کے جو مسلمان ممبر

موجود تھے انہوں نے بھی اس کو غیر ضروری سمجھا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مسودۂ فسخ نکاح میں ترمیم کے مفاسد:

اب ظاہر ہے کہ اس بل کا کیا حشر ہوگا، اسمبلی سے بغیر اس ضروری دفعہ کے اگر قانون فسخ نکاح بن جائے گا تو غیر مسلم حاکم، مسلمان عورت کا نکاح فسخ کیا کرے گا جو شرعاً باطل ہوگا وہ دوسری شادیاں کریں گی جو ناجائز ہوں گی، ہمیشہ حُرمت کا ارتکاب ہوگا، پھر دوسرے شوہر سے جو اولاد ہوگی، اس کے ترکہ کا سوال اٹھایا جائے گا جو تمام تر فساد پر مبنی ہوگا، الغرض اسلام کے معاشرتی احکام میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہو جائے گا۔

ظلمات فوق ظلمات:

اس مسئلہ کی طرف میں نے اپنے پہلے خط میں بالقصد خصوصیت کے ساتھ اشارہ کر دیا تھا اور اس کو اسلام کے لئے حادثۂ عظیمہ بتایا تھا، تاکہ آپ اور دیگر ارباب مسلم لیگ ایک خالص اسلامی مسئلہ اور اسلامی حق کی حفاظت پر متوجہ ہوں۔

مسودہ فسخ نکاح کس طرح مرتب ہوا تھا؟

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ مسودہ فسخ نکاح جو کاظمی صاحب نے پیش کیا ہے، اس کا ابتدائی مسودہ امارت شرعیہ صوبۂ بہار نے مرتب کیا تھا، پھر جمعیۃ علمائے ہند نے اس مسودہ اور دیگر مسودہ کو سامنے رکھ کر ایک

مسودہ ترتیب دیا جس کو محمد احمد کاظمی صاحب اور نیرنگ صاحب نے پیش کیا، لیکن ان دونوں صاحبوں نے اپنی طرف سے اس مسودہ میں ایک دفعہ بغیر اجازت جمعیۃ علمائے ہند اور امارت شرعیہ اس مضمون کی بڑھادی کہ مسلمہ عورت کا ارتداد خود بخود موجب فسخ نکاح نہیں ہے، حالاں کہ اس دفعہ کا اضافہ کسی طرح احکام اور اصول دین کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے، اس لئے اس دفعہ کو کلیۃً خارج کرنا چاہئے تھا، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اس دفعہ میں بھی عجیب وغریب ترمیم کی گئی ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ اگر مسلمہ عورت مثلاً عیسائیت قبول کرکے مرتد ہو جائے تو اس کا نکاح فسخ نہ ہوگا، لیکن نو مسلمہ جو پہلے مثلاً ہندونی تھی اور مسلمان ہونے کے بعد کسی مسلمان سے عقد کر لیا تھا، اس کے بعد وہ پھر ہندونی ہوگئی تو اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اس قسم کی قانون سازی دین اسلام کی تخریب ہے، مگر افسوس کہ مسلم ممبران مرکزی اسمبلی اور آل انڈیا مسلم لیگ ان اہم اسلامی قوانین کی تحریفات پر کوئی توجہ نہیں کرتے۔

کرشچن میرج ایکٹ کے ذریعہ اسلامی قانون میں مداخلت بیجا:

مرکزی اسمبلی میں آج سے چند سال پہلے کرشچن میرج ایکٹ (دیسی عیسائیوں کی شادی کا قانون) منظور ہوا اور آج وہ ملک کا قانون ہے، اس

ایکٹ کے ذریعہ اسلام کشی اس طرح پر کی گئی ہے کہ نہایت ہوشیاری سے اسلام کے دو قانون ازدواج پر ناروا حملہ کیا گیا ہے۔

ایک یہ کہ کوئی عیسائی مرد مسلمہ عورت سے شادی کر سکتا ہے اور قانوناً وہ شادی درست ہوگی۔

دوسرے یہ کہ اگر کوئی مسلمان کسی عورت سے اس کی اہل کتاب ہونے کی بنا پر رشتۂ ازدواج جوڑنا چاہے تو اس قانون کے ماتحت اس مسلمان مرد کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ گرجا میں عیسائی رسم کے مطابق رشتۂ ازدواج قائم کرے، اور اس قانون کے ماتحت اس کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہوگا کہ اسلامی اصول واحکام کے ماتحت مسلمانوں کے مجمع میں یا مسجد میں باضابطہ شرعی طور پر نکاح کرلے، یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جو مذہب اسلام میں صریح مداخلت ہے اور مذہبی احکام کی تخریب ہے۔

اجتماع بین الاختین اور الہ آباد ہائی کورٹ:

(ح) چند ماہ ہوئے، مجھے معلوم ہوا کہ الہ آباد ہائی کورٹ نے آج سے چند سال پہلے یہ رولنگ دیا ہے کہ: "ایک مسلمان اپنی بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن سے شادی کرلے تو وہ درست ہے"، اس رولنگ کی تفصیلات ابھی مجھ تک نہیں پہنچی ہیں، دفتر امارت شرعیہ تفصیلات حاصل کر رہا ہے۔

یہ چند اہم اسلامی حقوق کی پامالی کی ایسی مثالیں ہیں، جن کے تصور سے

ایک مسلمان کے بدن میں سر سے پیر تک آگ لگ جانی چاہئے، مگر افسوس ہے کہ مسلم لیگ کے سب سے بڑے اجلاس پٹنہ میں بھی ان حقوق کی پامالی کے متعلق ارباب لیگ کی مبارک زبانوں سے اظہار افسوس کا بھی کوئی کلمہ نہ نکلا، اور ان تمام حقوق کی حفاظت کے لئے کسی شخص کے دل میں کوئی ادنیٰ ولولہ بھی نہیں پایا گیااور اسی وجہ سے کوئی ایک تجویز بھی سامنے نہیں آئی۔

کسی شخص کے وہم وخیال میں یہ بات تو نہیں آسکتی کہ مسلم لیگ کے تمام ہائی کمانڈر ان باتوں سے ناواقف ہیں، کیوں کہ یہ توان کی سخت توہین ہوگی کہ ان کے متعلق کہا جائے کہ وہ ہندوستان کے مروجہ قانون، اور انگریزی عدالت عالیہ کے فیصلوں سے بے خبر ہیں۔

بلاشبہ یہ خیال کیا جاسکتاہے کہ وہ اسلامی اصول واحکام سے ناواقف ہیں، مگر کچھ لوگوں کے متعلق تو شاید یہ خیال درست ہو، لیکن آج جس قدر قانون داں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر نظر آتے ہیں، ان میں سب تو ناواقف نہیں ہیں، اس کے علاوہ جمعیۃ علمائے ہند کے خطبات صدارت اور تجاویز اور اس کے اخبار میں بارہا اس قسم کے حقوق کی پامالی اور اسلام دشمنی پر احتجاج کیا گیا، حکومت اور مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی گئی، ان واقعات کے بعد بھی کسی سیاسی رہنما سے یہ باتیں کیوں کر پوشیدہ رہ سکتی ہیں؟

مسلم لیگ کے متعلق لمحۂ فکریہ:

پس ان واقعات اور حالات کی روشنی میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کے

اجلاس پٹنہ کی تمام کارروائیوں پر ایک مسلمان غائر نظر ڈالتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ مسلم لیگ کے لیڈران کرام ان آٹھ اہم اسلامی حقوق کی پامالی پر جو بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں، ایک لفظ نہیں کہتے اور اس وجہ سے اگر وہ سمجھتا ہے کہ ارباب مسلم لیگ کو یا تو اسلام کے اصول اور حقیقی مفاد و حقوق سے کوئی لگاؤ نہیں، یا یہ کہ وہ اس کی حفاظت کو ضروری نہیں سمجھتے، تو اس کی کیا تردید ہو سکتی ہے؟ اور صداقت و سچائی کے ساتھ اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ حالانکہ مذکور الصدر تمام حقوق کی پامالی کو دور کرنے کے لئے مسلم لیگ مرکزی اسمبلی میں مسودۂ قانون پیش کرا کے اس کو پاس کرانے کے لئے جدوجہد کر سکتی تھی، مگر آج تک مسلم لیگ نے کچھ نہیں کیا اور کم از کم ان تمام مسائل پر اجلاس لکھنؤ، اجلاس کلکتہ و اجلاس پٹنہ میں احتجاجی تجاویز پاس کر سکتی تھی، جب ان میں سے کچھ نہیں کیا تو کوئی دیندار مسلمان کس طرح اعتماد کر سکتا ہے کہ وہ اسلامی مفاد و حقوق کی حفاظت کے لئے کچھ کرے گی۔

بلا شبہ "زبان" اور "ذبیحہ گاؤ" کا مسئلہ بھی نہایت اہم ہے اور اس کی حفاظت کرنی چاہئے، مگر کیا اسلامی مذہبی احکام اور اسلامی سیاست کی رو سے ان مسائل کی اہمیت ان مسائل سے زیادہ ہے؟ جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے، اگر آپ کو یا آپ کے کسی رفیق کار کو ان مسائل کی اہمیت اور اولیت میں شبہ ہے تو چاہئے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (۱)، مولانا عبد الرؤف صاحب

---

(۱) یہ حضرات مسلم لیگ کے حامی ہیں، اس لئے مولاناؒ نے ان حضرات کے نام لئے۔ (ندیم)

دانا پوری، مولانا عبد الوالی صاحب فرنگی محلی سے دریافت کرلیں کہ حقیقت حال کیا ہے؟ زبان اور ذبیحہ گاؤ کو زیادہ اہمیت ہے یا ان مسائل کو جن کا اوپر ذکر ہوا۔

اسلامی کلچر اور مسلم لیگ

ہندوانہ رسم ورواج اور انگریزی رسم و رواج مسلم لیگ کی نگاہ میں:

بلاشبہ ہندو رسم و رواج سے نفرت اور بظاہر اس سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے جوش و خروش کا اظہار دو سال سے مسلم لیگ کے پلیٹ فارموں سے ہو رہا ہے اور پٹنہ میں بھی اس کا مظاہرہ ہوا، لیکن کیا ایک مسلمان کے لئے یہ امر غور طلب نہیں ہے کہ ارباب مسلم لیگ انگریزی تمدن، معاشرت کو کیا سمجھتے ہیں؟ اور ملی خصوصیات کی حفاظت کے لئے کیا صرف ہندوانہ رسم و رواج سے نفرت کی ضرورت ہے اور انگریزی رسم و رواج سے نفرت نہ ہونی چاہئے؟ اگر سچائی کے ساتھ اسلامی تہذیب و خصوصیات کے ساتھ ارباب لیگ کو محبت ہے تو انگریزی تہذیب و معاشرت سے اسی درجہ بیزاری کا اظہار کیوں نہیں کیا جاتا جس درجہ ہندوانہ رسم و رواج سے آج کیا جارہا ہے؟ جس طرح پر علمائے حق ہمیشہ سے تمام غیر مسلموں کے رسم و رواج کے اختیار کرنے سے مسلمانوں کو منع کرتے رہے ہیں اور آج بھی وہی کررہے ہیں، مسلم لیگ ایسا کیوں نہیں کرتی؟

داڑھی، چوٹی، نکٹائی، زنار:

آپ کو معلوم ہوگا کہ داڑھیاں منڈوانا انگریزوں اور ہندوؤں کی تہذیب ہے، اسلامی تہذیب تو نہیں ہے، ایک مسلمان کو جس طرح ہندوؤں جیسی سر پر چوٹی رکھنے سے نفرت ہونی چاہئے اسی طرح داڑھی منڈوانے سے بھی، مگر مسلم لیگ کے ارباب اقتدار عملاً اس نفرت میں شاید کچھ فرق سمجھتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

اسی طرح عیسائیوں کی نکٹائی کو ان کے مذہبی عقیدہ کی بنا پر وہی حیثیت حاصل ہے جو ہندوؤں کے عقیدہ میں زنار (جنیو) کو ایک مسلمان کو دونوں سے نفرت ہونی چاہئے، اور اس سے احتراز، مگر لیگ کے ارباب اقتدار کا طرز عمل شاید یہ ہے کہ ان کو عیسائیوں کے شعار کے اختیار کرنے میں کوئی باک نہیں ہے۔

نمسکار، اور گڈ مارننگ:

اسی طرح ملاقاتوں میں جس طرح ہندوؤں کی تہذیب ''نمسکار'' سے نفرت ہونی چاہئے، اسی طرح فرنگی تہذیب گڈ مارننگ، گڈ ڈے، گڈ نائٹ وغیرہ سے بھی نفرت ہونی چاہئے اور ہر حال میں اسلامی تہذیب کی پابندی کرنی چاہئے، مگر مسلم لیگ کے ارباب اقتدار عموماً نہ انگریزی تہذیب سے نفرت کرتے ہیں اور نہ اسلامی تہذیب پر عمل کرتے ہیں، یہ کیوں؟ اور کیا اسلامی تہذیب کی حفاظت اسی طرح ہو سکتی ہے؟

ترنگا جھنڈا اور یونین جیک:

کانگریس کا ترنگا جھنڈا جو غالباً فرانس کے انقلابیوں کی تقلید میں اختیار کیا گیا ہے، کیوں کہ تاریخ شاہد ہے کہ فرانس کے انقلابیوں کا جھنڈا ترنگا تھا، اس ترنگہ جھنڈا میں کسی غیر مسلم کے عقیدہ و شعار کو دخل نہیں ہے، اگر اس سے ارباب مسلم لیگ کو کسی وجہ سے نفرت ہے تو بہت خوب، کچھ مضائقہ نہیں، مگر سوال یہ ہے کہ انگریزی یونین جیک کا جو جھنڈا ہے، اس سے کس درجہ نفرت ہے؟ اور اس کو دیکھ کر بھی ارباب لیگ کی غیرت وحمیت میں کچھ جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے؟ اگر ہوتا ہے تو نہایت مبارک اور قابل تعریف ہے، کیوں کہ یونین جیک سے تو مذہبی اصول سے بھی نفرت ہونی چاہئے کہ وہ صلیبی نشان ہے، مگر آج تک مسلم لیگ کے کسی پلیٹ فارم سے ایسی آواز نہیں آئی، یہاں تک کہ مسلم لیگ کے سب سے بڑے اجلاس پٹنہ میں بھی کسی طرح اس سے نفرت کا اظہار نہیں کیا گیا۔

پردہ اور اجلاس مسلم لیگ پٹنہ:

عورتوں کا بلا نقاب اجنبی مردوں کے سامنے آنا، ان سے مل کر بیٹھنا، ہندوؤں کا رسم ورواج ہے یا انگریزوں کا، اسلامی تہذیب تو نہیں ہے، اب دیکھنا ہے کہ ارباب مسلم لیگ کو اسلامی تہذیب سے محبت ہے یا ہندوؤں وانگریزوں کے رسم ورواج سے؟ اس کا ثبوت مسلم لیگ کی گذشتہ تاریخ میں بھی ملتا ہے اور

اجلاس پٹنہ نے تو بہت کافی ثبوت بہم پہنچایا، آپ نے خود مشاہدہ کیا ہوگا، آپ کو صحیح اندازہ ہوگا، پس اس طرز عمل سے کسی اسلامی مبصر کا یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ مسلم لیگ اسلام اور مسلمانوں کے کس تہذیب و کلچر کی حفاظت کا دعویٰ کرتی ہے؟

کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاس کے تأثرات کا فرق:

اس سلسلہ میں آپ اور دیگر ارباب لیگ سے میں یہ عرض کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ خیر خواہان ملت اسلامیہ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی مشترک اجلاس میں (جس کا نظم و نسق زیادہ تر غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو) غیر مسلموں کی عورتیں بے حجاب اجنبی مردوں کے دوش بدوش بیٹھیں یا بعض مغرب زدہ مسلمان عورتیں بھی ایسا ہی کریں تو عوام اور جاہل ان مظاہروں سے چنداں متأثر نہیں ہو سکتے اور ان کا دل ایسے جلسوں کے ان غلط مظاہروں کے اثر کو قبول نہیں کر سکتا ہے کہ وہ ابتدا سے جانتے ہیں کہ یہ صرف مسلمانوں کا جلسہ نہیں ہے اور نہ اس کا نظم و انتظام صرف مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے بلکہ غیر مسلموں کے اختیار سے ہے، اس لئے اس کے رسم و رواج کا یہ مظاہرہ ہے، اس لئے اس مظاہرہ کے بُرے اثرات سے عام مسلمان بہت حد تک محفوظ رہیں گے، چنانچہ آپ جانتے ہیں کہ اسی ہندوستان میں غیر مسلموں نے یوم بے پردگی منایا، پورا مظاہرہ کیا،

بعض مغرب زدہ مسلمان مردوں و عورتوں نے اس میں حصہ بھی لیا، مگر بحمد اللہ
عوام مسلمانوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

بخلاف اس کے جب خالص مسلمانوں کے جلسوں میں بے پردگی اور غیر
مردوں سے اختلاط کا مظاہرہ ہوگا تو عوام اور جاہل مسلمان تک اس سے متاثر ہوں
گے، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ اس جلسہ کا نظم و انتظام سب مسلمانوں کے ہاتھ
میں ہے اور ان مسلمانوں کے ہاتھ میں جو اسلامی حقوق اسلامی مفاد و اسلامی
تہذیب کی حفاظت کے مدعی ہیں، اس لئے یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں کوئی
بات اسلام کے خلاف نہیں ہے، خاص کر جب اس جلسہ میں جو کچھ کیا جائے وہ
اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کا نام لے کر اور یہ کہ وہاں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں
جن کو باعتبار ظاہری صورت کے یا کسی اور وجہ سے عوام عالم دین بھی سمجھتے ہوں
، یا کچھ عالم دین بھی حقیقۃً موجود ہوں، مگر کسی وجہ سے انہوں نے اس خالص
اسلامی جلسہ میں خاموشی اختیار کرلی ہو، ان حالات میں عوام الناس جس تیزی
سے غیر اسلامی تہذیب سے متاثر ہو سکتے ہیں، وہ کسی مفکر اور مصلح سے پوشیدہ
نہیں ہے، آپ غور فرمائیں کہ اس نقطۂ نظر سے پٹنہ کا سالانہ اجلاس مسلم لیگ
اسلامی حقوق و مفاد کی ترقی و حفاظت کے مقصد کی کامیابی میں کس مقام پر رہا؟

”پرسنل لا“ اور مسلم لیگ

مسلم لیگ کے کرنے کے آئینی کام:

ایسی صورت میں کہ جب مسلم لیگ انگریزی نظام حکومت میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہے اور اس کے سامنے آئینی طریقہ سے اسلامی حقوق و مفاد کا تحفظ پیش نظر ہے تو اسے یہ چاہئے تھا کہ اس وقت کوئی ایسی اسکیم تیار کرتی جس سے موجودہ قانون حکومت کے ماتحت مجالس قانون ساز کے ذریعہ مسلمانوں کے پرسنل لا کی حفاظت ہوتی اور اس کے لئے کوئی مسودہ قانون بنانے کا فیصلہ کرتی اور تمام صوبہ جاتی اسمبلیوں اور کونسلوں میں پیش کرنے کے لئے مسلمان ممبروں سے درخواست کرتی اور سب سے پہلے اس مسودۂ قانون کو پنجاب و بنگال میں پاس کرانے کی سعی کرتی، تاکہ قانون سازی کے ذریعہ اسلامی احکام کی تحریفات کا دروازہ جس حد تک ممکن ہو، آئندہ کے لئے بند ہو جائے اور مسلمانوں کا اندرونی تمدنی نظام بھی صحیح اصول پر قائم ہو جائے، مگر افسوس یہ ہے کہ مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ میں اس مسئلہ پر بھی قطعاً غور نہیں کیا گیا۔

ادارۂ امارت اور ”نظارت امور شرعیہ“:

امارت شرعیہ صوبۂ بہار نے انہیں مصالح کو موجودہ حالات میں پیش

نظر رکھ کر گذشتہ سال اوائل ۳۸ء میں ایک مسودہ "نظارت امور شرعیہ" تیار کیا تھا اور ماہ اپریل ۳۸ء میں ملک کے بہت سے اہل الرائے حضرات کی خدمت میں بغرض مشورہ و استصواب رائے بھیجا تھا اور اس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھی بھیجی گئی تھی، دیگر صوبہ جات سے اس کے متعلق بہترین رائیں موصول ہو گئی ہیں، آپ نے اپنی کوئی رائے نہیں بھیجی۔

"نظارت امور شرعیہ" کے متعلق مسٹر سید عبد العزیز کی رائے:

آپ کے صوبائی صدر مسلم لیگ سید عبد العزیز صاحب(۱) نے اس مسودہ کے متعلق ۲۹/اپریل ۳۸ء کو مجھے یہ لکھا:

آپ کے مسودہ کے کل حصہ سے مجھے اتفاق نہیں ہے، بعض باتیں،

---

(۱) مسٹر سید عبد العزیز صاحب نے اپنی اس رائے کے پہلے اپنی رائے کے متعلق چند سطروں کی تمہید بھی لکھی ہے جس سے جواب کی نوعیت اور مجیب کی ذہنیت دونوں کا پتہ چلتا ہے، اس لئے ہم ناظرین کے سامنے اس کو بھی پیش کر دینا چاہتے ہیں، آپ فرماتے ہیں

"مسودے کے متعلق میں آپ کو بحیثیت نائب امیر شریعت جواب نہیں دے سکتا، بلکہ آپ کو ایک ذی علم مسلمان اور قومی معاملات سے دلچسپی رکھنے والے انسان کی حیثیت سے جواب دے سکتا ہوں جس ادارے یا چند اشخاص کی جماعت کو آپ "امارت شرعیہ" کہتے ہیں، اس کو زیادہ سے زیادہ ایک انجمن کی حیثیت دی جا سکتی ہے، لیکن جہاں تک امیر شریعت اور نائب امیر شریعت کے مسئلہ کا تعلق ہے، اس دعویٰ کو میں غیر شرعی اور نہایت مضر سمجھتا ہوں، اس لئے میں آپ کو آپ کی ذاتی حیثیت سے ایک ممتاز ہستی قرار دیتے ہوئے مخاطب کرتا ہوں"... یہ تو تمہید کی شان تھی، اظہار رائے اور مسلم لیگ کی حق صدارت ادا کرنے کے بعد آگے چل کر دکٹیٹرانہ طور کا ارشاد یہ ہے کہ:

"آپ سے اور مولوی محی الدین صاحب سے درخواست ہے کہ امارت کے دعویٰ سے باز آ جائیں"۔

اس درخواست کے متعلق اکبر مرحوم کی زبان میں بجز اس کے اور کچھ ہم کہنا نہیں چاہتے۔

شعر اکبر:

میں کوئی کشف و کرامات نہیں
دل پہ گذری ہوئی ہے اور کوئی بات نہیں

عبد الصمد رحمانی

بعض تجویزیں ممکن الحصول اور شاید قابل عمل ثابت ہوں"۔ (پھر آگے لکھتے ہیں:) "آپ کے مسودہ میں جو مفید تجاویز ہیں، مسلم لیگ نے خود ہی ان پر غور کیا ہے، اور ان کے متعلق اپنے مواقع کے اندر کوشش کررہی ہے"۔

لیکن مجھے حیرت ہے کہ میرے مسودہ کے کل حصے سے اتفاق نہ تہی، لیکن اس مسودہ کے جن حصوں سے اتفاق تھا، اور بقول مسٹر سید عبدالعزیز صاحب ان تجویزوں پر مسلم لیگ خود ہی قبل سے غور کرچکی ہے، بلکہ وہ اپنے مواقع کے اندر کوشش بھی کررہی ہے۔ اب تک وہ کہاں ہیں؟ اور کیا ہیں؟ پبلک کے سامنے وہ آج تک کیوں نہیں آئیں؟ اور آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ میں وہ کیوں پیش نہیں کی گئیں؟

امارت شرعیہ صوبہ بہار نے اپنی مزید کارروائی کو اس مسودہ کے متعلق ملتوی رکھا تھا اب وہ غالباً اس مسودہ کو تمام رایوں کے ساتھ جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاس دہلی میں جو مارچ ۳۹ء میں ہونے والا ہے پیش کرے گی۔

مسلم لیگ اور صوبائی مسائل

(۴) آل انڈیا مجالس کا جب کسی صوبہ میں اجلاس ہوتا ہے تو اہمیت کے ساتھ اس صوبہ کی ضروریات اور قومی مسائل پر خصوصیت سے توجہ کی جاتی ہے جس سے صوبائی مسائل کے عمل کرنے میں قوت حاصل ہوتی ہے، اس نقطۂ نگاہ

سے مسلم لیگ پٹنہ پر نظر ڈالئے کہ اس نے صوبائی مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ

پر غور و فکر نہیں کیا۔

لوکل باڈیز کا بائیکاٹ

اور مسلم لیگ:

صوبائی مسلم لیگ میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے انتخابات کا بائیکاٹ کر

رہی ہے، معلوم نہیں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی رہنمائی اس نے

حاصل کی ہے یا نہیں؟ بہر دو صورت سالانہ اجلاس کے موقع پر مسلم لیگ کو اس

پر غور کرنا چاہئے تھا کہ لوکل باڈیز سے جو شکایتیں ہیں، ان شکایتوں کے دور کرنے

کا اصل راستہ کیا ہے؟ اور بائیکاٹ اس مقصد کے لئے ''مفید بھی'' ہے یا نہیں؟

بہار مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی

اور ''لوکل باڈیز بل'':

بہار مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی کی ورکنگ کمیٹی نے لوکل باڈیز سے مسلمانوں

کی شکایات کے رفع کرنے کے لئے یہ طے کیا تھا کہ میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی

اصلاح کے لئے مسودۂ قانون تیار کر کے اسمبلی میں پیش کیا جائے، چنانچہ مسٹر

محمد یونس صاحب نے دونوں کے متعلق ایک بل بنا کر اسمبلی میں پیش کر دیا ہے جو

اب اسمبلی میں زیر بحث آنے والا ہے، مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی نے لوکل باڈیز کا

مسودۂ قانون صوبائی مسلم لیگ کے دفتر میں بھیجدیا تھا، تاکہ وہ بھی اس پر غور

کر کے اپنی رائے دیدے اور مسلمانوں کی طرف سے ایک متفقہ چیز اسمبلی میں آئے مگر اس کی طرف آج تک نہ صوبائی مسلم لیگ نے توجہ کی اور نہ آل انڈیا مسلم لیگ نے، کیا مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے یہی طریقے ہیں؟

بہار انڈیپنڈنٹ پارٹی اور "اسلامی اوقاف":

اسی طرح صوبہ میں اسلامی اوقاف کے تحفظ کا مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے، گذشتہ سالوں میں مسئلہ وقف کے متعلق چند مسودۂ قانون ناکام ہو چکے ہیں، اب پھر بہار مسلم انڈیپنڈنٹ(۱) پارٹی کی ہدایت کے ماتحت مسٹر محمد یونس صاحب نے "وقف بل" بنا کر اسمبلی میں بھیجدیا ہے جو عنقریب زیر بحث آئے گا، یہ مسودہ بھی صوبائی مسلم لیگ کے پاس بغرض مشورہ بھیجا گیا تھا، مگر اب تک اس نے کوئی رائے نہیں دی، خیال تھا کہ شاید آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ کے موقع پر اس کے متعلق کوئی کارروائی مسلم لیگ سے کی جائے گی، مگر وہاں بھی کچھ نہ ہوا۔

"مذہبی تعلیم کا لزوم":

اسی طرح گورنمنٹ کی ابتدائی تعلیم میں مذہبی تعلیم کے لزوم کا مسئلہ بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے، امارت شرعیہ صوبۂ بہار نے اس مطالبہ کو پر زور طریقہ پر اٹھایا ہے، جس کی ہندوستان کے اکثر گوشوں سے تائید بھی ہو چکی ہے،

---

(۱) اسی طرح بہار مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی کے ممبر نواب سید تجمل حسین صاحب نے بہار اسمبلی میں پیشہ ور عورتوں سے "انسداد زنا بالرضا" کی ممانعت کا بل پیش کیا ہے۔

عبدالصمد رحمانی

مگر آل انڈیا مسلم لیگ پٹنہ کے اجلاس میں اہم خالص اسلامی مسئلہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا۔

ان واقعات و حقائق کی روشنی میں غریب مسلمان خاص کر وہ لوگ جو تمام چیزوں سے زیادہ مذہب کو عزیز رکھتے ہیں، مسلم لیگ کے متعلق کیا رائے قائم کرسکتے ہیں؟ آپ خود فیصلہ کریں۔

سیاسی مسائل اور مسلم لیگ

فیڈریشن اور مسلم لیگ:

(۵) اب لیگ کے اجلاس پٹنہ کو صرف سیاسی نقطۂ نظر سے ملاحظہ فرمایئے، اس اجلاس نے حکومت برطانیہ کے منظور کردہ فیڈریشن (وفاق) کے متعلق ایک تجویز پاس کی ہے، اس تجویز کا جو مقصد ہے، بالکل واضح ہے اور اس تجویز کا ابتدائی حصہ یہ بتاتا ہے کہ اب مسلم لیگ کے نزدیک گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے وہ تمام حصے قابل قبول ہیں جو فیڈریشن کے علاوہ ہیں، گویا صوبہ جاتی نظام حکومت جو برطانیہ کا نافذ کردہ ہے، مسلم لیگ اس پر قانع ہوگئی ہے، اب اس کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، حالانکہ ۱۹۳۶ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی صوبہ جاتی اسکیم بھی مسلم لیگ کے نزدیک قابل ترمیم تھی اور اب

صرف فیڈریشن کی مجوزہ ترمیم قابل ترمیم رہ گئی، کیوں کہ تجویز میں صدر مسلم لیگ کو صرف فیڈریشن ہی کے نعم البدل تلاش کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ برطانیہ کے مجوزہ فیڈریشن میں صدر ''کوئی ایسی ترمیم تلاش کریں جو مسلم لیگ کے نزدیک نعم البدل ہو جائے، بس یہ تجویز جس طرح مسلم لیگ کے نصب العین کامل آزادی کے قطعاً خلاف ہے، اسی طرح مسلم لیگ کے گذشتہ سیاسی تخیل کے بھی خلاف ہے، اور اسلامی سیاسی نقطۂ نظر سے تو میں پہلے خط میں عرض کر چکا ہوں کہ برطانوی نظام حکومت کلیۃً انقلاب تام کا مستحق ہے، الغرض سیاسی نقطۂ نگاہ سے کوئی قولی، بلند تجویز بھی اجلاس مسلم لیگ پٹنہ میں قوم کے سامنے نہیں آئی۔

سول نافرمانی اور مسلم لیگ

بلا شبہ مسلم لیگ کی تمام تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک تجویز ایسی آئی ہے جس سے ارباب لیگ کے خیالات میں بظاہر ایک ادنیٰ تبدیلی کا نشان ملتا ہے، بشرطیکہ براہ راست کارروائی (ڈائرکٹ ایکشن) سے مراد ''حرب سلمی'' (پُرامن سول نافرمانی ہو، یعنی صرف بہار، یوپی اور سی پی میں مسلم لیگ کی آل انڈیا ورکنگ کمیٹی جب اور جہاں مناسب سمجھے، براہ راست کارروائی (ڈائرکٹ ایکشن) کی اجازت دے سکتی ہے۔

تجویز سول نافرمانی کے مفاد ثلثہ:

اس صورت میں اس تجویز کا ایک یہ فائدہ تو بالفعل حاصل ہو گیا کہ ارباب مسلم لیگ اس طریق جنگ کو اب آئندہ "خود کشی" (۱) نہیں کہیں گے۔

دوسرا فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب جمعیۃ علمائے ہند اور کانگریس وغیرہ برطانوی حکومت سے جنگ آزادی اس طریقہ سے شروع کرتے تھے تو حکومت اپنے خاص نمائندوں کے ذریعہ بعض علماء سے اس طریقہ جنگ کی حرمت کا فتویٰ حاصل کر کے مسلمانوں کو جنگ آزادی کی شرکت سے روکتی تھی، لیکن الحمد للہ کہ اب مسلم لیگ کی اس تجویز کے بعد انگریزوں یا ان کے ہوا خواہوں کے لئے اس قسم کا فتویٰ حاصل کرنے کا راستہ بہت زیادہ حد تک بند ہو گیا، کیوں کہ اس قسم کے فتویٰ دہندے غالباً آج کسی نہ کسی طرح مسلم لیگ سے وابستہ ہیں، اور آج تک انہوں نے مسلم لیگ کی اس کارروائی پر عدم جواز اور حُرمت کا فتویٰ عائد نہیں کیا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ اب جب کبھی جمعیۃ علماء یا اور کوئی اسلامی جماعت اس حربہ کو استعمال کرے گی تو غالباً اب کوئی مسلمان اس عمل کو "گاندھی (۲) کی

---

(۱) اس کے پہلے مسٹر سید عبد العزیز صاحب نے اپنے "بیان عزیز" میں فرمایا تھا ..... "البتہ جائز شکایتوں کو رفع کرنے اور ہندوستانیوں کیلئے حقوق، اختیارات حاصل کرنے کے لئے جدوجہد اور احتجاج کرنا بعض وقت ضروری ہے لیکن احتجاج کی شکل حرب سلمی یا "خود کشی" ہونی نہیں چاہئے"۔ (بیان عزیز (۱۱)۔

(۲) مسٹر سید عبد العزیز صاحب نے اس کے پہلے حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت کو یہ طعنہ دیا تھا کہ مسٹر گاندھی کا ہتھیار حرب سلمی ہے جس کو مولانا سجاد نے نہایت پر جوش طریقہ سے خیر مقدم کرتے ہوئے اسلامی جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے"۔ (بیان عزیز (۱۰)۔

پھر اس کی مضرت، غیر افادیت کے متعلق یہ ارشاد ہوا تھا کہ اس ملک میں "ملک گیری یا سول آزادی ہرگز ....

تقلید'' نہیں کہے گا اور اس قسم کے ناروا جملے کہہ کر عوام کو گمراہ نہیں کرے گا، کیوں کہ اس قسم کی باتیں بنانے والے آج تقریباً سب کے سب مسلم لیگ میں شریک ہیں، اگر وہ لوگ آج بھی اس عمل کو گاندھی کا عمل سمجھتے تو مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ میں اس تجویز کی مخالفت کرتے اور مسلم لیگی اخبار لکھتے کہ: ''مسلم لیگ گاندھی کے نقش قدم پر''۔

حرب سلمی کی ابتداء ہندوستان میں کب سے ہوئی؟

اس سلسلہ میں ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں میری یاد میں سب سے پہلے حرب سلمی ۱۹۰۷ء میں ضلع چمپارن میں کاشتکاروں نے اختیار کیا، جس کے لیڈر شیخ گلاب مرحوم اور شیخ عدالت تھے، چار چار، پانچ پانچ سو اشخاص ایک ایک مرتبہ پُرامن طریقہ پر جیل گئے اور مسلسل یہ جنگ جاری رہی، اس کے بعد غالباً ۱۹۱۷ء میں گاندھی جی ان کی

...... ''حرب سلمی'' اور ''ترک تعاون'' اور ''عصیان مدنی'' سے ممکن نہیں ہو سکتی، نہ کچھ لوگوں کی اس مشق سے استعداد و صلاحیت حکمرانی حاصل ہوتی یا بڑھتی ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ آلات چند سال تک جو کچھ لوگوں نے اختیار کئے، تو پھر یہ روک کیوں دیا گیا، اور اب تک جاری کیوں نہیں ہے؟ نقصانات اس قدر ہوئے کہ اب سیکڑوں مہاتما بھی پیدا ہوں تو حرب سلمی اختیار کرنے کے لئے لوگ راضی نہیں ہو سکتے، اور اگر یہ چیز کچھ مدت کے بعد پھر اختیار کی گئی تو پہلی ہی طرح بے سود بلکہ مضر ثابت ہوگی''۔ (بیان عزیز (۱۱)۔

مگر آج آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ کی سب سے بڑی خدمت جو پوری اہمیت سے بیان کی جاتی ہے وہ سول نافرمانی بتائی جاتی ہے، اللہ اللہ وللہ در من قال ۔

خرد کا نام جنوں رکھدیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

عبد الصمد رحمانی

مدد میں چمپارن گئے، اس جنگ کی تجویز اور ابتدا مسلمانوں نے کی، جس میں غیر مسلم بھی شریک ہوئے، پھر ۱۹۰۹ء میں صرف مسلمانوں نے حکومت یوپی کے مقابلہ میں بمقام لکھنؤ "مدح صحابہؓ" کے قضیہ میں اسی حرب سلمی کو استعمال کیا، اور تقریباً ایک ہزار مسلمان پُر امن طریقہ پر قانون شکنی کرتے ہوئے جیل گئے جس میں کوئی ہندو شریک نہیں تھا اور نہ گاندھی سے ہندوستان واقف تھا، مگر بد قسمتی دیکھئے کہ جب اس حربہ کو ۱۹۲۱ء اور ۱۹۳۰ء کی جنگ آزادی میں مسلمان اختیار کرتے ہیں تو خود مسلمان اس کو ناجائز بتاتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ "یہ گاندھی جی کی ایجاد ہے"۔

مجاہدین مسلم لیگ کے لئے محاذ جنگ کیا ہو؟

بہر کیف مجھے مسرت ہے کہ مسلم لیگ نے پٹنہ میں ایک ایسے اصول کو لفظاً قبول کرلیا، جس کو اس کے ارباب اقتدار آج تک جائز نہیں سمجھتے تھے، اس تجویز کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنا قبل از وقت ہے، میں ابھی کچھ کہنا نہیں چاہتا، لیکن صرف اس قدر عرض کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ بہار، یوپی، سی پی میں کسی جگہ پر بھی حرب سلمی کا شروع کرنا انگریزی نظام حکومت سے جنگ ہوگی، کانگریس کے نظام سے نہیں ہوگی، ارباب لیگ خاص کر ماہرانِ قانون، اچھی طور پر گہری نگاہ سے اس مسئلہ پر غور کرلیں،... تو پھر مکرر

عرض کرتا ہوں کہ جب آپ جزوی طور پر انگریزوں سے جنگ کو جائز سمجھتے ہیں تو ریت کے میدان میں مسلمان مجاہدین کیوں کھڑے کیے جائیں، مضبوط سطح اور مضبوط چٹان پر کیوں نہیں ان کو صف آراء کیا جائے؟ کیا آپ پھر میری اس تجویز پر غور فرمائیں گے؟

مسلم لیگ کی اصلاحی تجویز

(۷) بلاشبہ مسلم لیگ نے اجلاس پٹنہ میں ایک تجویز اصلاح معاشرت اور اقتصادی درستی کے متعلق بھی پاس کی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اسراف اور فضول خرچیوں سے پرہیز کریں، یہ تجویز واعظانہ رنگ میں ہے جس کو غریب علمائے امت اور واعظین اور میلاد خواں ہمیشہ مسلمانوں کے سامنے بیان کیا کرتے ہیں، اور قرآن مجید اور احادیث کی سخت سے سخت وعیدوں سے ڈراتے بھی رہتے ہیں، سلف صالحین کا اسوہ بھی بیان کرتے ہیں اور ان حضرات کے نصائح کا غریب مسلمانوں پر کچھ نہ کچھ اثر ہوتا رہا ہے اور آج تک اس کا اثر باقی ہے، مگر انگریزی نظام حکومت اور اس کی تعلیم نے جو ایک "جدید قسم" کے مسلمان پیدا کر دیئے ہیں، سب سے زیادہ وہ اسراف اور فضول خرچیوں کے شکار ہیں، اور آج بھی جس وقت پٹنہ کے پنڈال سے یہ آواز بلند ہو رہی تھی، اس مرض کے شکار زیادہ تر

وہی حضرات نظر آرہے تھے، اگر مسلم لیگ سچ مچ مسلمانوں کی اقتصادی پریشان حالی سے خود پریشان ہو گئی ہے، تو اس کو اس اجلاس میں اس تجویز سے کچھ زیادہ کرنے کی ضرورت تھی، سب سے پہلے مسلم لیگ کے تمام عہدہ داروں اور کونسل کے ممبروں پر کوئی پابندی عائد کرنی چاہئے تھی، اور اجلاس پٹنہ میں شریک ہونے والے نوابوں، خاں بہادروں، وزیروں، سیٹھوں، زمینداروں وغیرہم سے ایسی پابندی کا اعلان کرانا چاہئے تھا، اور اس کے مطابق عمل نہ کرنے والوں پر کوئی تعزیری دفعہ وضع کرنی چاہئے تھی، اگر ایسا ہوتا تو اس تجویز کی کچھ اہمیت پیدا ہوتی اور مفید سمجھی جاتی، لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہ ہوا اور مجھے خطرہ ہے کہ اس تجویز کے مجوز پر آیت کریمہ: "لم تقولون ما لا تفعلون كبر مقتا عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون" (۱) کی وعید صادق آئے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی وعید سے بچائے۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

---

(۱) ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کو کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے کہ جو تم کہو اسے نہ کرو صف، رکوع ۱ پارہ ۲۸۔

مسلم لیگ کا پس منظر

(۸) یہاں تک میں نے مسلم لیگ کی کارروائی کو دیکھ کر جو اثرات مجھ پر ہوئے، نہایت خلوص سے عرض کر دیا اور اسلامی سیاست اور اسلامی حقوق کی حفاظت کے باب میں اس کی روش کو دیکھ کر سخت دکھ ہوا۔

مسلم لیگ کے شور و شغب کا راز اسمبلی اور کونسل ہے:

واقعات اور حالات کی روشنی میں ایک غیر جانبدار شخص یہ رائے قائم کرنے پر مجبور نظر آتا ہے کہ ارباب لیگ نہ ملک کی آزادی کے لئے کچھ کریں گے اور نہ مذہب اسلام کی آزادی کے لئے اور نہ مذہبی حقوق کی حفاظت کی راہ میں کوئی قدم اٹھانے کو تیار ہیں، اس شور و شغب کا بس صرف ایک راز پس پردہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ چوں کہ اسمبلی اور کونسل کی ممبری کی رسائی اب غریب عوام مسلمین کی رضامندی پر موقوف ہے اور خوش قسمتی سے آج تک غریب مسلمان مذہب اسلام کے شیدائی ہیں، اگر کوئی غریب مسلمان نماز روزہ کا پابند نہ بھی ہو تو وہ ان عبادات کی توہین نہیں کرتا ہے، مذاق نہیں اڑاتا ہے، بلکہ ایسا کرنے والوں کا وہ جانی دشمن ہو جاتا ہے، اگر کوئی غریب مسلمان گناہ کرتا ہے

تو اس پر نادم بھی ہوتا ہے، مشرکوں، بت پرستوں کے رسم و رواج کو اپنی معلومات کی حد تک اسی طرح بُری نگاہ سے دیکھتا ہے جس طرح عیسائیوں اور انگریزوں کے رسم و رواج کو، اور غریب جاہل کا یہ عقیدہ اور یہ خیال غریب مولویوں کے وعظ و پند کے اثر سے اب تک قائم ہے۔

علمائے حق کی جد و جہد کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت ہے:

علمائے حق ایک طرف آج تک غریب مسلمانوں سے وابستہ رہے، ان کی خدمت تعلیم اور وعظ کے ذریعہ کرتے رہے، دوسری طرف انگریزی نظام حکومت کی ابتدا سے مخالفت کرتے رہے، تاکہ مسلمان غیروں کی غلامی سے نجات پائیں، اسلامی احکام اور اصول جو انگریزی قانون کے ذریعہ سے پامال ہو رہے ہیں، ان کی حفاظت بھی ہو۔

اسی دوسرے مقصد کے لئے علمائے حق(۱) نے ایک سو سال میں بہت سی مصیبتیں برداشت کیں، پھانسی پڑے، کالا پانی گئے، جیل گئے، مگر اس راہ حق سے نہ ہٹے اور اسی مقصد کے لئے علمائے حق نے بدرجہ مجبوری اسمبلی اور کونسل کے

---

(۱) اس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کا کارنامہ "اخبار زمزم" لاہور کے الفاظ میں یہ ہے:۔ "تحریک خلافت میں وہ سول نافرمانی کی مخالف تھی، شدھی کے زمانہ میں فتنۂ ارتداد کا مطالعہ کر رہی تھی راجپال فتنہ میں وہ فیس وصول کر رہی تھی، جنگ وطنیت میں وہ گھر کے اندر بیٹھی ہوئی تھی۔ مسلم کانفرنس کے فتنہ کے وقت وہ انگلستان میں تشریف رکھتی تھی۔ اور موجودہ زمانہ میں وہ مسلمانوں کی آبرو پر ہاتھ ڈال رہی ہے۔ علماء کو کوس رہی ہے۔ ہندوؤں سے ساز باز کر رہی ہے۔ کانگریس سے لڑ رہی ہے اور انگریزی کی خدمت میں عملاً مصروف ہے"۔

۲۷ر جنوری ۱۹۳۹ء عبد الصمد رحمانی

انتخاب میں حصہ لینا شروع کر دیا، تا کہ جو مسلمان دین حق کی پابندی کا عہد کر کے اسمبلی اور کونسل میں جائے گا اور غریب مسلمان، علمائے حق کے کہنے سے جس کو ووٹ دیں گے وہ علمائے حق کی نگرانی کی وجہ سے اسلام کے خلاف کسی قانون کو منظور نہیں کرے گا، جیسا کہ اب تک مسلمان ممبران اسلام کے خلاف بنواتے رہے یا اسلام کے خلاف بنے ہوئے قانون پر خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

علمائے حق کے اقدام سے ارباب لیگ کیوں گھبرا گئے؟

پس علمائے حق کے اس اقدام سے جو محض اسلام اور مسلمانوں کے فائدے کے لئے ہے، انگریز اور اس کی تعلیم حاصل کئے ہوئے اکثر افراد جو دین اسلام کی پابندی کو اپنے لئے مصیبت جانتے ہیں، گھبرا گئے، اس لئے کہ اگر اسمبلی و کونسل پر اسلامی نگرانی علمائے حق کی قائم ہو گئی تو انگریزوں اور تمام مشرکوں، ملحدوں، اور نام نہاد مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت ہو جائے گی۔

انگریزوں کی مصیبت یہ ہے کہ علمائے حق انقلاب حکومت چاہتے ہیں، وہ اس طرح اندر اور باہر سے انقلاب کی سعی کریں گے، مسلمانوں کے مذہبی قوانین میں مداخلت کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

نام نہاد مسلمانوں کے لئے یہ مصیبت ہو گی کہ انہیں ان کی پابندی کرنی پڑے گی، جن سے انگریزی تعلیم نے انہیں آزاد کر دیا ہے... پس ایسے نام نہاد

مسلمانوں کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو مذہب کی پابندی کریں، جو ان کے لئے موت سے کم نہیں، یا اسمبلی کونسل کی ممبری سے ہاتھ دھوئیں، مگر مشکل یہ ہے کہ حکومت میں وزارت اور اعزاز کا اب یہی ذریعہ ہے، اس کو چھوڑ بھی نہیں سکتے اور یہ چیزیں اب صرف انگریزوں یا ہندوؤں کی خوشامد سے نہیں مل سکتی ہیں۔

علمائے حق کے خلاف پروپیگنڈے کی بہترین تدبیر:

اس لئے بہترین تدبیر یہ ہے کہ اسلام اور مذہب کا نام لے کر تمام انگریزی داں زمیندار اور سرمایہ دار غریب مسلمانوں کے سامنے جائیں اور انہیں یقین دلائیں کہ اسلام کے سب سے بڑے علمبردار ہم ہی ہیں اور غریبوں کے بھی ہم غم گسار ہیں، مولوی سب (نعوذ باللہ) بے دین ہو گئے ہیں، وہ ہندوؤں سے مل گئے ہیں، ہندوؤں سے تنخواہ پاتے ہیں، جمعیۃ علماء تمہاری دشمن ہے، مسلم لیگ دوست اور غمگسار ہے، یہی باتیں امارت شرعیہ صوبہ بہار کے متعلق کہی جاتی ہیں۔ (کبرت کلمہ تخرج من افواھھم)۔ مسلمان غریب تو سیدھے سادھے ہیں، ان کے سامنے روزانہ زبانی اور تحریری جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے رہو، مسلم لیگ کو جو آج تک نوابوں، خطاب یافتوں کی مجلس ہے عوام تک پہونچاؤ، مگر اس کی پالیسی کو اپنے ہاتھ میں رکھو، اس طرح عوام کو علماء سے برگشتہ کر کے مسلمان ووٹروں پر قبضہ کرلو، تاکہ اسمبلی اور کونسل کا راستہ اپنے اختیار میں رہے اور اس

راستہ پر امارت شرعیہ، جمعیۃ علماء ہند اور علمائے حق کی نگرانی قائم نہ ہونے پائے، مسلم لیگ کی جد و جہد کا پس منظر بس یہی معلوم ہوتا ہے، جواب چھپائے نہیں چھپ سکتا۔

ممکن ہے کہ مسلم لیگ کے تمام ہمدردوں کا یہ مقصد نہ ہو، مگر تمام احوال اور کارروائیوں پر غور کرنے سے 'ہر غور و فکر کرنے والا' ان نتائج کے سمجھنے پر مجبور ہوگا۔

مسلم لیگ کو ایک ضروری خیر خواہانہ مشورہ

(۹) جس طرح میں نے بحکم "الدین النصیحۃ" آپ کو پہلے خط میں محض اسلامی اور ملکی مفاد کے لئے عین وقت پر اہم مشورہ دیا تھا، اسی طرح ایک دوسرا مشورہ نہایت ضروری دیتا ہوں، یہ بھی آپ سال دو سال کے اندر کر سکتے ہیں ورنہ پھر شاید موقع نہ رہے، مجھے امید تھی کہ اگر آپ میری انقلابی تجویز کو منظور نہ کریں گے تو کم از کم کوئی تعمیری پروگرام مسلمانوں کے اقتصادی مفاد کے لئے بنا کر کام شروع کر دیں گے، مگر افسوس ہے کہ سوائے بیکار اور لاحاصل شور

وشغب کے کچھ نہیں ہوا۔

صنعتی کارخانہ کے قیام سے بیکار تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں اور مزدوروں کے معاش کا حل:

اس لئے آج دوسری بات لکھتا ہوں، اس وقت خوش قسمتی سے مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے تمام سرمایہ دار مسلمان جمع ہوگئے ہیں، اتنے سرمایہ دار اس سے پہلے کبھی جمع نہیں ہوئے تھے، آج غالباً کوئی مسلم سرمایہ دار ایسا نہیں ہے جو اس سے الگ ہو، بس یہ وقت ہے کہ آپ تین کروڑ روپے ان سرمایہ داروں سے جلد از جلد جمع کریں اور ایک کروڑ غریب مسلمانوں سے وصول کرنے کا انتظام کریں اور اس چار کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے صنعتی کارخانے اور فیکٹریاں کھول دیں، تاکہ ایک طرف تو سرمایہ کا اضافہ ہوتا جائے، اور دوسری طرف لاکھوں تعلیم یافتہ مسلم نوجواں اور مزدور جو ذریعۂ معاش نہ ملنے سے تباہ ہورہے ہیں، برسرکار ہوجائیں، کیوں کہ اس وقت بھی بحمد اللہ مسلمان سرمایہ داروں میں بست ہزاری سے لے کر لاکھ پتی تک تمام ہندوستان میں چند ہزار مسلمان ایسے موجود ہیں، جن سے آپ باسانی تین کروڑ جمع کرسکتے ہیں، پہلے ان سے روپے فراہم کرلیں، اس کے بعد متوسطین اور غریب افراد سے ایک کروڑ روپیہ کا جمع کرنا کوئی مشکل نہیں، مگر مسلم لیگ تمام باتوں سے علیحدہ ہوکر صرف اسی ایک کام کو انجام دیدے تو وہ مسلمانوں کیلئے بہت مفید کام کرے گی۔

مسئلہ صنعت اور لیگ و کانگریس:

تعجب ہے کہ کانگریس کے وزراء صنعتی کانفرنس کر کے ہندوستان کی صنعتی ترقی کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں، ان کی رپورٹیں اخبارات میں شائع ہو جاتی ہیں، مگر مسلم لیگ کے اصحاب صرف ہندوؤں اور کانگریس اور ان مسلمانوں کو کوسنے میں مشغول ہیں جو انگریزی نظام حکومت کی تخریب کا کامل جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں اور آج تک اس مسلک پر قائم ہیں، مگر مسلم لیگ کے سب سے بڑے شاندار اجلاس میں بھی غریب مسلمانوں کے مالی مفاد کے لئے صنعتی ترقی کے مسئلہ پر ایک لمحہ بھی صرف نہیں کیا جاتا اور نہ کوئی اسکیم بنائی جاتی ہے، اور نہ بنگال و پنجاب کے وزرائے اعظم کو کوئی ہدایت دی جاتی ہے اور نہ وہ خود کوئی اسکیم پیش کرتے ہیں تو کیا مسلمان غریبوں کی خدمت کے یہی آثار ہیں؟ میرے الفاظ پر نگاہ نہ کیجئے بلکہ اس کے معانی پر غور کیجئے جو نہایت خلوص کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے نکل رہے ہیں، کوئی اعتراض نہیں، بلکہ نصیحت اور خیر خواہیٔ ملت ہے۔

ایک اہم دینی مسئلہ

(۱۰) آپ کی ذات اب عام مسلمانوں کے سامنے آگئی ہے، گذشتہ دور کی طرح آپ کی زندگی الگ تھلگ نہیں ہے، مسلم لیگ کے ہم نوا اخبارات آپ کو ''قائد اعظم'' لکھ رہے ہیں، مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی سے ان کے

ایک مخلص نے آپ کے اور آپ کی مسلم لیگ کی حمایت میں ایک مضمون بھی حاصل کیا ہے اور مولانا موصوف کے سامنے آپ کو بحیثیت ایک مسلمان غیر متقی پیش کیا ہے، اس لئے آج تک میرا تخاطب بھی جناب سے بحیثیت ایک مسلمان ہی کے رہا ہے، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ اسلام میں ''حقوق اللہ اور حقوق العباد'' کی نگہداشت کی کس قدر تاکید وہدایت ہے؟

اس لئے آج آخر میں مجھے آپ سے ایک ایسی بات کہنی ہے، جو شاید آپ کے اور آپ کے دوستوں کے لئے بار خاطر ہو، لیکن جب آپ اسلام کے حکم ''أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے فرائض پر غور کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ میں اس کے لکھنے پر شرعاً کس درجہ مجبور ہوں؟

مجھے امید تھی کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ کے موقع پر آپ کا ذاتی معاملہ جو اپنی نوعیت اور مسائل اسلام کے لحاظ سے جماعتی حیثیت میں داخل ہے، صاف ہو جائے گا اور آپ کا خود اپنا بیان مسلمانوں کی تشفی کے لئے سامنے آجائے گا مگر افسوس ہے کہ ایسا نہ ہوا۔

مسٹر جناح کی صاحبزادی اور ایک عیسائی کے ساتھ رشتۂ ازدواج:

بات یہ ہے کہ مختلف ذرائع سے یہ امر تو پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آپ کی صاحبزادی جو آپ کی اسلامی نسبت کی حیثیت سے مسلمان تھی اس نے عیسائی

قانون وعیسائی رسم ورواج کے مطابق گرجا میں جاکر ایک عیسائی سے اپنا رشتۂ ازدواج قائم کرلیا، اس تقریب کی کچھ رسم آپ کی کوٹھی مالابار ہل پر انجام پائی اور اس تقریب کے بعد جو دعوت شادی ہوئی اس میں آپ کی بھی شرکت رہی۔

اس افسوسناک واقعہ میں غور طلب یہ امور ہیں کہ:

اس رشتہ ازدواج کی نوعیت بہر دو صورت مستلزم ارتداد ہے:

(۱) کیا لڑکی نے عیسائی مذہب قبول کرلیا؟ (۲) یا بغیر قبول عیسائیت ایک عیسائی مرد سے رشتۂ ازدواج جائز سمجھا؟ اگر ان دونوں صورتوں کا جواب اثبات میں ہے تو ہر دو حالت میں وہ لڑکی اسلام سے خارج اور مرتدہ ہو جاتی ہے اور اسلام کے اندر مرتد کے متعلق کافر اصلی سے زیادہ سخت احکام ہیں۔

مرتدہ کے متعلق شرعی احکام:

اس کو اسلام کی دعوت دینی چاہئے اور اگر وہ قبول نہ کرے تو اس ملک میں بھی حسب ذیل احکام کی تعمیل آپ(۱) پر واجب ہے کہ اس لڑکی سے آپ کا کوئی تعلق نہ ہو، بات چیت نہ ہو، آپ کے گھر پر قدم نہ رکھے اور آپ کی دولت ومال سے آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد اس کو ایک پیسہ بھی ملنے نہ

---

(۱) گاندھی جی کے بیٹے ہیرالال گاندھی کے قبول اسلام پر خود گاندھی جی نے اپنے بیٹے سے اپنی بیزاری اور بے تعلقی کا سختی کے ساتھ اظہار کیا تھا، لیکن افسوس ہے کہ جناح صاحب نے اپنی لڑکی کے خلاف اب تک اپنی بیزاری وبے تعلقی کا اظہار نہیں کیا، وہ کفر کی معصیت کا حال ہے یہ اسلام کی معصیت کا حال ہے۔

عبدالصمد رحمانی

پائے، جس کا انتظام آپ کو خود کرنا چاہئے، ورنہ انگریزی قانون اس کو آپ کے ترکہ سے محروم نہیں کر سکتا، اسی کے ساتھ دوسرے تمام مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے کہ اس لڑکی سے مقاطعہ کلی رکھیں تا آنکہ اسلام قبول کرلے اور اپنے عیسائی شوہر سے علیحدگی اختیار کرلے، یا یہ کہ دونوں ساتھ ہی مسلمان ہو جائیں، مجھے افسوس ہے کہ آپ کے ہمدردوں اور دوستوں نے آپ کو صحیح اسلامی احکام بتانے کے بجائے نہایت غلط سلط گمراہ کن باتیں بتانا شروع کر دیں اور آپ کا اب تک کوئی بیان نظر سے نہیں گذرا، اس لئے بعد انتظار کثیر اب محض ادائے فرض کے لئے لکھ رہا ہوں اور چونکہ اب تک آپ کا کوئی بیان سامنے نہیں آیا، اس لئے بحالت موجودہ آپ کی ذات کے متعلق اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ سوال سامنے آتا ہے کہ:

اس ارتداد کے بعد مسٹر جناح کی ذات کے متعلق شرعی حکم کی نوعیت:

آپ نے لڑکی کے اس ازدواجی رشتہ اور اس کے مبادیات (یعنی چند ماہ اپنے منگیتر کے ساتھ تنہائی میں رہنا) کو اگر حرام قطعی اور ناجائز سمجھا (اور اب تک حسن ظن کی بنا پر آپ سے اسی کی امید رکھی جاسکتی ہے) تو آپ کے اسلام پر کوئی حرف نہیں آسکتا ہے، مگر اس شادی کے بعض مراسم اور دعوت طعام میں آپ کی شرکت سے حسن ظن متزلزل ہو جاتا ہے اور شبہ ہو جاتا ہے کہ شاید

آپ بھی اس کو جائز سمجھتے ہیں اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ آپ کلام مجید کی بعض آیات کے منکر ہو گئے، یعنی یہ کہ ایک مسلمہ کا ازدواج کسی غیر مسلم سے نہیں ہو سکتا ہے" اور اس صورت میں جو حکم شرعی آپ کی لڑکی کے متعلق ہے اور جو مسلمان پر واجب ہے وہی حکم تمام مسلمانوں پر آپ کے متعلق بھی ہو جائے گا،اس لئے ضرورت ہے کہ آپ اپنی پوزیشن کو بالکل صاف کر دیں، اگر آپ کو میرے اس بیان کردہ احکام میں کوئی شبہ ہو تو آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ، مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی، مولانا عبدالروؤف داناپوری سے دریافت کرلیں۔

مسئلہ ارتداد کی جانب توجہ دلانے کا سبب:

علم دین سے واقفیت کے بعد آپ کو اس معاملہ کی نزاکت سے خبردار نہ کرنا، نہ صرف یہ کہ آپ کے ساتھ دشمنی ہے، بلکہ ملت اسلامیہ کی بھی تخریب اور اسلام دشمنی ہے، اب آپ چوں کہ موجودہ مسلم لیگ کے صدر ہیں اور عامۂ مسلمین سے وابستہ ہیں، اس لئے آپ کے بیان واضح کی جلد ضرورت ہے تاکہ جاہل مسلمان اس لڑکی کی نازیبا حرکت سے نفرت کریں اور اس کی بُرائی دلوں میں قائم ہو جائے اگر آپ نے لڑکی کی اس حرکت سے بیزاری کا اظہار نہیں کیا اور آپ کی قیادت مسلم لیگ میں باقی رہی تو اس صورت میں ارتداد کی بُرائی

عوام کی نظروں سے جاتی رہے گی، جس کے ذمہ دار اولاً آپ ہوں گے، اس کے بعد وہ تمام لوگ جو مسلم لیگ میں شریک ہیں، اور ان مسائل سے واقف ہیں۔

علماء کی ذمہ داری:

اگر علماء خدانخواستہ اس موقع پر محض ناروا مصلحت بینی کے شکار ہو گئے، تو دنیا میں دین کا جو انجام ہو گا وہ ظاہر ہے، مگر انہیں آخرت میں جس عتاب اور عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا وہ کسی عالم دین سے پوشیدہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو عذاب آخرت سے بچائے۔

مسئلہ ارتداد کے ذکر سے میرا مقصد صرف خیر خواہی اور ادائے فرض ہے:

میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ کو اس ذکر سے دلی تکلیف ہو اور بہت سے مسلم لیگ کے پروانوں کے جذبات میری اس تحریر سے مشتعل ہوں، جو ان کی نادانی کی وجہ سے ہو گا، مگر میں اسلام، ملت اسلامیہ اور اپنی اور تمام مسلم لیگیوں کی خیر خواہی اور ادائے فرض کے لئے، ان خیالات اور احکام کے اظہار پر مجبور ہوں، إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب۔

میرے نزدیک تو آپ کی حالت قابل رحم ہے کہ آپ کی ایک ہی لڑکی تھی جس نے اسلام سے خروج کر کے آپ سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا، گویا آپ

کے اور مسلمانوں کے حق میں وہ (تاوقتیکہ دوبارہ اسلام قبول نہ کرلے) آج دنیا میں موجود نہیں ہے، اس لئے آپ بحیثیت ایک مسلمان کے تمام مسلمانوں کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں، بشرطیکہ آپ کی رضامندی اس کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور اسی امید پر میں آپ کی اس مصیبت کبریٰ میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس صبر جلیل پر جزائے خیر۔

خاتمہ سخن پر "حقیقت صادقہ" کی پیشکش

اسلام کامل و مکمل دستور ہے:

(۱۱) آخر میں اصولی طور پر میں آپ کی خدمت میں حقیقت پیش کرتا ہوں کہ اسلام جس مذہب کا نام ہے اس میں انسانی زندگی کے ہر گوشہ اور زاویہ کے لئے اصول ہیں ضوابط ہیں، جن سے ایک لمحہ کے لئے بھی تا امکان انحراف کی اجازت نہیں ہے، دوسرے لفظوں میں یہ سمجھئے کہ وہ ایک دستوری اور آئینی مذہب ہے جس کے اندر عقائد و عبادات کے علاوہ تمام انسانی معاملات اور

معاشرت، بین الاقوامی تعلقات اور نظام حکومت اور طریق حکومت کے مستحکم اصول ہیں اور ہم اُسی ایک مکمل دستور پر عمل کرنے اور دوسروں سے تاحد امکان عمل کرانے کے مکلّف ہیں۔

دستور الٰہی عقائد و اعمال اور اخلاق کے باب میں جس قدر سہل ہے، تمدنی، اجتماعی، معاشرتی و اقتصادی اور سیاسی احکام کے باب میں اسی قدر مشکل ہے:

مگر اس الٰہی دستور کی دفعات کا جو عقائد و اعمال اور اخلاقیات کے ابواب ہیں، ان کا سمجھنا جس درجہ سہل ہے، اسی درجہ انسانی تمدنی، معاشرتی، اقتصادیات و اجتماعیات کے دفعات کا سمجھنا مشکل ہے، اس کیلئے تعلیم و تعلم کے ساتھ راسخون فی العلم کی صحبت اور ان کے تجربیات اور تنقیحات کی مزاولت اور ظروف واحوال پر احکام کے انطباق کا ملکہ حاصل ہونے کی ضرورت ہے۔

کاش ہمارے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات دین اسلام کی حقیقت سے واقف ہوتے، مگر افسوس یہ ہے کہ عموماً یہ حضرات اس حقیقت ہی سے ناواقف ہیں، اسی وجہ سے انگریزی تعلیم یافتہ اور مغربی خیالات والے نظام حکومت اور قانون سازی کو مذہب اسلام کی حدود سے خارج سمجھتے ہیں۔

اسلامی روشنی میں سیاست حاضرہ کے اندر امارت شرعیہ اور جمعیۃ علماء سے بے نیازی مسلمانوں کی ہلاکت ہوگی:

بلاشبہ انگریزی نظام حکومت از سر تا پا غلط بنیاد پر قائم ہے اور اس لئے اس

میں کلیۂ انقلاب کی ضرورت ہے اور انشاء اللہ العزیز کچھ عرصہ کے بعد ایک دور آئے گا جب کلیۂ انقلاب پیدا ہوگا اور اس کی صحیح تشکیل ممکن ہوگی مگر جب تک کلیۂ انقلاب پیدا نہیں ہوتا، اس وقت تک حکومت اور اس کی تمام مشنریوں پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گہری نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ جس حد تک اسلامی اصول و قواعد کی بیخ کنی کو روکنا ممکن ہو، اسے روکا جائے، اس لئے حکومت اور ملک کی ہر تحریک پر اسلامی اصول کے ماتحت گہری نگرانی کی ضرورت ہے، اس لئے امارت شرعیہ اور جمعیۃ علمائے ہند سے ایک لمحہ کے لئے بھی بے نیازی مسلمانوں کے لئے مہلک ہوگی، اور نگرانی کرنے والوں کے لئے ذمہ داری اور جواب دہی کے لحاظ سے ایک عظیم مصیبت یہ ہے کہ عند اللہ معمولی غفلت ولغزش پر بھی نگرانی کرنے والوں کی سخت گرفت ہوگی اور دنیا میں ان کے لئے فکر و غم اور خوف خدا کی لذت کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے۔

تفریق ملت کا افسوسناک جذبہ:

مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے دستوری نظام زندگی کو قبول کرنے میں بعض انگریزی داں دوستوں کو، ان کا پندار اور غرور بیجا روکتا ہے، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ندوۃ العلماء اور جمعیۃ العلماء نے جو عربی دانوں اور انگریزی دانوں کی دوری کو دور کر کے تقریباً ایک حد تک یکجا کر دیا تھا، آج چند انگریزی داں مسلمانوں اور نا سمجھ زمینداروں و سرمایہ داروں کی بدولت دونوں گروہوں

میں تفریق پیدا کی جا رہی ہے، جو انگریزی پالیسی کا بنیادی اصول ہے۔

مخلصانہ گذارش:

اس لئے میں آپ سے مخلصانہ عرض کروں گا کہ آپ برٹش قانون کے لاکھ ماہر سہی، یورپ کی سیاست کے واقف سہی، لیکن آپ تو مسلمان ہیں، آپ کو تو اس کے تمام دفتری قانون کو پارہ پارہ کرنا ہے، اس کی سیاست کا تختہ الٹ کر دستور الٰہی کے قوانین کو نافذ کرنا، اور سیاست باطلہ کی جگہ سیاست حقہ پر عمل در آمد کرنا اور کرانا ہے، اور وہ بھی اس بدترین دور میں جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں، آپ یقین کیجئے کہ اگر آپ بحیثیت مسلمان اسلامی اصول کے ماتحت زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لئے کوئی چارہ کار نہیں کہ نظام اسلامی کے احکام کی پابندی کو قبول کیجئے، اس کی رہنمائی اور ہدایت کو جو اصول شریعت کے ماتحت ہوں منظور فرمایئے، اگر ایسا نہ ہوا تو بحیثیت مسلمان ہلاکت ہوگی، اگرچہ عبدالرحمٰن اور عبداللہ کے نام رکھنے والوں کو گورنری ملے یا وزارت۔

ایک شدید غلط فہمی
اور اس کے متعلق تنبیہ:

اسی ضمن میں یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ جس طرح قانون دانوں کے علم، تجربہ اور ذہانت کے اعتبار سے مدارج ہیں، ہر مقدمہ اور معاملہ میں سب کی رائے برابر نہیں سمجھی جاتی، ہر بیرسٹر علی امام و حسن امام نہ ہوگا، اور آج ہر بیرسٹر

محمد علی جناح، سر سلطان احمد، مسٹر محمد یونس نہیں ہے اور اسی پر وکلاء کو بھی قیاس کیجئے۔

یہی حال اسلامی علوم کا ہے، میں آپ سے پوری ذمہ داری و بصیرت سے کہتا ہوں کہ آج اس دور تنزل میں ہندوستان کے علمائے ملت میں صرف چند ہی علمائے حق باقی رہ گئے ہیں جو اسلامی اجتماعیات وسیاسیات اور اقتصادیات کے مسائل میں کافی بصیرت رکھتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم اور اخباروں میں غداران ملت کہا جاتا ہے اور یہ جملہ زبان و قلم سے وہ لوگ کہتے ہیں جو ملت کی حقیقت سے بھی شاید واقف نہ ہوں، باقی دیگر علمائے کرام وہ بھی ہماری تعظیم و تکریم کے مستحق ہیں، بشر طیکہ وہ احکام دینی پر عمل بھی کرتے ہوں، کہ شرعاً عالم دین وہی ہے جو قرآن و حدیث کا ایک ضروری حد تک واقف اور اس کا عامل بھی ہو۔

لیکن ہر مولوی عالم اسلام کی اجتماعیات اور سیاست پر مذہبی بصیرت کے ساتھ اظہار خیال نہیں کر سکتا، ناچار اس کو حسب منشائے تعلیم الٰہی، "راسخون فی العلم" کی اتباع کرنی چاہئے اور ہر عالم جو ذمہ داری کو محسوس کرتا ہے، یہی کرتا ہے لیکن بعض حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتے اور عام انسان کی طرح بغیر سمجھے بوجھے ہر ہوا کے رُخ پر چلتے ہیں، ایسے حضرات کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے، مگر آپ کو اور

کسی دوسرے لیڈر کو یہ دھوکا نہ کھانا چاہئے کہ میرے مسلک اور پالیسی کے ساتھ فلاں فلاں عالم یا مولوی ہیں اور نہ عوام کو اس طرح دھوکا کھانا چاہئے، مجھے آپ سے امید ہے کہ آپ میرے اس خط کو اول سے آخر تک چند بار غور سے پڑھیں گے اور آپ اپنی اور مسلم لیگ کی اصلاح کی سعی کریں گے اور کوئی لفظ بار خاطر ہو تو معاف فرمائیں گے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے آپ کی اور ملت اسلامیہ کی خیر خواہی مقصود ہے اور ایک عظیم فتنہ سے اسلام اور مسلمانوں کو بچانا ہے۔

وما علینا إلا البلاغ فقط والسلام

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ

(نائب امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ)

یکم ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۳ر جنوری ۳۹ء

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب

نائب امیر شریعت صوبہ بہار

کا

مکتوب گرامی

بنام

ڈاکٹر سید محمود صاحب وزیر تعلیم صوبہ بہار

از دفتر امارت شرعیہ

پھلواری شریف

۲۲/اگست ۱۹۳۸ء

مکرمی جناب آنریبل ڈاکٹر سید محمود صاحب وزیر تعلیم زاد لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی حکومت بہار نے اصلاح دیہات کی جو اسکیم بنائی ہے یا اس کے پیش نظر ہے، اس کے متعلق ایک پمفلٹ حکومت کی طرف سے بہار اسمبلی کے ممبروں میں کیا گیا ہے، اس پمفلٹ کے صفحہ ۳ پارہ (۱) اور (۲) میں حسب ذیل امور کی صراحت کی گئی ہے:

(۱) کام شروع کرنے سے پہلے دیہی آرگنائزر اور ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی ٹریننگ کے لئے دو عارضی مرکز کا انتظام کرلیا گیا ہے۔ ایک مرکز پھلواری شریف کیمپ جیل ہوگا، جس میں ۱۶۶ لڑکے ٹریننگ کے لئے رکھے جائیں گے اور یہاں ٹریننگ چھ ماہ تک ہوگی اور براہ راست حکومت کے محکمہ اصلاح دیہات کے زیر نگرانی ہوگی۔ دوسرا مرکز بابو متھر اداس پرشوتم کا آشرم مدھوبن ضلع چمپارن ہوگا، جس میں صرف پچاس لڑکے رکھے جائیں گے یہاں ایک سال کی ٹریننگ ہوگی اور ٹریننگ کے بعد لڑکے گاندھی جی کی "کم سے کم اجرت کی اسکیم" پر کام شروع کریں گے۔

(۲) دماغی تربیت کے لئے ان دونوں اداروں میں جن مضامین کی تعلیم دی جائے گی وہ حسب ذیل ہیں:

تاریخ، گاؤں کی پنچایت، دیہات کی زندگی، سچائی اور عدم تشدد، گاندھی کی سوانح عمری اور ان کی تعلیمات وغیرہ۔

میں اس خط کے ذریعہ اس اسکیم کے بدترین نقائص کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں اور آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ قابل اعتراض مضامین کو خارج کرنے کا اعلان کردیں۔ آپ یا آپ کی حکومت نے "اہنسا دھرم" گاندھی جی کی سوانح عمری اور ان کی تعلیمات کو خصوصیت کے ساتھ ہر قوم وملت کے لڑکوں کے لئے لازم قرار دے دیا ہے۔

یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ اہنسا دھرم، گاندھی جی کی تعلیمات اور ان کی سوانح عمری جو زیادہ تر ان کے مخصوص مذہبی معتقدات و تخیلات اور تلاش حق کی سرگردانیوں کا آئینہ دار ہیں، ہندوؤں کے لئے دلآویز اور بصیرت افروز ہو سکتے ہیں، لیکن یہ تمام چیزیں مسلمانوں کے مذہبی، اخلاقی اور تمدنی بنیادوں کو کھوکھلی کرنے والی ہیں۔ اس لئے مسلمان اس قسم کی تعلیم و تربیت ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے، میں نے اس پمفلٹ کے اس حصہ کو بہت غور سے دیکھا اور بار بار سوچا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ دیہات سدھار کی اسکیم گرچہ اقتصادی اور معاشرتی مفاد کے لئے خواہ کسی قدر مفید ہو، مگر مسلمانوں کے مذہبی اور قومی رواجات کی بیخ کنی بھی اس اسکیم میں نمایاں ہے، مسلمانوں میں بجائے اسلام ازم پھیلانے، گاندھی ازم و ہندو ازم پھیلانے کا تہیہ کیا جارہا ہے، ممکن ہے آپ کی حکومت کا یہ ارادہ نہ ہو، مگر اسکیم کا جو خاکہ ہے وہ میرے اس دعوے کی مستحکم دلیل ہے۔ اس لئے میں پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ للہ مسلمانوں کے دماغی تربیت کے لئے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک اور خلفائے راشدین کی سوانح عمریاں رہنے دیجئے اور ''اہنسا دھرم'' اور گاندھی جی کی ''تلاش حق'' کی سرگردانی مسلمان طلبا پر مسلط کر کے غیر اسلامی تعلیم و تربیت نہ پھیلائیے۔ اس اسکیم میں انتظامی حیثیت سے اور چند امور بھی قابل اعتراض ہیں۔ مثلاً یہ کہ مدھوبن آشرم میں جہاں صرف پچاس لڑکے ہوں

گے، ٹریننگ ایک سال کی ہوگی اور کیمپ جیل کی ٹریننگ جہاں ۱۶۶ لڑکے رہیں گے صرف چھ ماہ کی ہوگی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اور یہ کہ صرف کیمپ جیل کی ٹریننگ محکمہ اصلاح دیہات کے زیر نگرانی ہوگی اور مدھوبن آشرم کی ٹریننگ محکمہ اصلاح دیہات کی نگرانی سے آزاد ہوگی ایسا کیوں ہے؟

یہ باتیں بھی کچھ کم قابل اعتراض نہیں ہیں، مگر سب سے زیادہ قابل اعتراض امور وہ ہیں جو میں نے اوپر لکھے ہیں، مہربانی فرما کر ٹریننگ جاری کرنے سے پہلے جلد از جلد اس کی اصلاح کیجئے۔ میں نہایت بے چینی سے اس خط کے جواب کا منتظر رہوں گا۔

اس خط کی بھی نقل مولانا ابو الکلام صاحب کے پاس بھیج رہا ہوں اور ایک ہفتہ تک آپ کے جواب کے انتظار کے بعد اپنی قومی مذہبی ذمہ داری کی بنا پر میں اس خط کو پبلک کی واقفیت کے لئے پریس میں دیدوں گا۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

مکتوب بنام وائسرائے ہند

ساردا ایکٹ کے متعلق وائسرائے کی غلط فہمی کا ازالہ

جناب والا!

جناب نے بمقام بمبئی ابھی حال میں ایک ایڈریس کے جواب میں جو تقریر کی ہے، نیز دربار لکھنؤ کے موقع پر جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے، ان سب کو میں نے نہایت غور سے پڑھا، ان تقریروں میں ساردا ایکٹ کی بابت جناب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے میں نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس نے مجھے نہایت حیرت و تعجب میں ڈال دیا ہے جناب کا ارشاد ہے کہ اس قانون کو مسلمان بحیثیت قوم گویا پسند کرتے ہیں یا وہ اس سے ناراض نہیں ہیں، ہاں بیشک ایک محدود حلقہ غلط فہمی میں مبتلا ہے اور غلط فہمی کچھ دنوں کے بعد دور ہو جائے گی، میں حیران ہوں کہ جناب کے اس ارشاد کی بابت کیا رائے قائم کی جائے، جب کہ تمام ہندوستان میں ۲۹ر نومبر ۱۹۲۹ء کو تمام مسلمانان ہند نے اس ناپاک قانون کے خلاف عام مظاہرہ کیا، ہر جگہ مکمل ہڑتالیں ہوئیں اور عام جلسوں میں اس کے خلاف تجویزیں پاس ہوئیں، جن کی رپورٹیں اخبارات بالخصوص الجمعیۃ دہلی میں نہایت اہمیت کے ساتھ شائع ہوئیں اور اکثر شہروں کی

کارروائیاں بذریعہ خطوط یا تار آپ کے پاس بھیجی گئیں، پھر ۱۶ر جنوری ۱۹۳۰ء کو
تمام ہندوستان میں اس قانون کے خلاف اکثر شہر، قصبات بلکہ گاؤں تک میں
مسلمانوں نے جلوس نکالے اور بڑے بڑے جلسے ہوئے جن میں اس قانون کے
خلاف سخت غصہ و نفرت کا اظہار کیا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ اگر مسلمانوں کو اس
قانون سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا تو سول نافرمانی کی جائے گی، اور جمعیۃ علماء ہند کی
"مجلس تحفظ ناموس شریعت" سول نافرمانی کا جو پروگرام بنائے گی اس پر عمل کیا
جائے گا اور یہ کہ مسلمانان ہند اپنے مذہبی و قومی حقوق و ناموس شریعت کی
حفاظت کے لئے بیش از بیش قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں، اس دن کی
کارروائیاں بھی دیگر اخبارات کے علاوہ "الجمعیۃ" دہلی میں خصوصیت کے ساتھ
اور نہایت اہمیت کے ساتھ شائع ہوئی اور اس دن کی کارروائی بھی اکثر جگہوں
سے جناب کے نام بذریعہ خطوط و تار روانہ کی گئیں، ان تمام مظاہرات کے بعد
جناب کا ارشاد کہ مسلمان بحیثیت قوم اس قانون کو پسند کرتے ہیں یا اس کے
خلاف نہیں ہیں، یہ ایک ایسی بات ہے جس کا کسی واقف کار اور شریف النفس
انسان کی زبان سے نکلنا مشتبہ معلوم ہوتا ہے، یہ کیوں کر کہا جائے کہ جناب
جان بوجھ کر حالات و واقعات سے آنکھ کان بند کر کے اصل حقیقت سے انکار کر
رہے ہیں، اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کے رفقائے کار اور ماتحت واقعات
حالات سے جناب کو بے خبر رکھتے ہیں اور صحیح اطلاع نہیں دیتے اور جو خطوط

وتار آپ کے نام پبلک کی طرف سے جاتے ہیں، ان کی بھی جناب کو خبر نہیں دی جاتی اور آپ کے سامنے وہ پیش نہیں کیے جاتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا انکار کرتے ہیں جس سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے، اور اس بنا پر سلطنت برطانیہ کے سب سے بڑے نمائندے کے متعلق جو رائے عام ہندوستانی قائم کر سکتے ہیں اس کو آپ خوب اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اگر واقعہ یہی ہے کہ آپ نے عالم بے خبری میں یہ تقریر کی تو میں آپ سے باادب ملتجی ہوں کہ اپنے رفقاء کار اور ماتحتوں سے اس کے بارے میں نہایت سختی کے ساتھ کیفیت طلب کریں کہ ان لوگوں نے کیوں آج تک آپ کو اصل حقیقت سے بے خبر رکھا، جس کی وجہ سے آپ کی تقریر نہایت مضحکہ انگیز ہو گئی، اور یہ کہ ہر صوبہ کی حکومتوں اور محکمہ پولیس سے بھی ۲۹ر نومبر ۱۹۲۹ء اور ۱۷ر جنوری ۱۹۳۰ء کی ہڑتالوں و جلسوں کی مفصل رپورٹ طلب کریں اور ان تمام خطوط وتاروں کی جو مسلمانوں کے پبلک جلسوں کی طرف سے آپ کے نام گئے ہیں ان سب کو ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ہندوستان میں اسلامی آبادی کا کوئی گوشہ ایسا باقی نہیں ہے جہاں کے مسلمانوں نے بحیثیت جماعت اس قانون سے بیزاری کا اظہار نہ کیا ہو اور اگر آپ کو تمام واقعات وحالات کا علم ہے اور اس علم کے باوجود جناب کا وہ ارشاد ہے جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں، تو پھر اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے خیال میں بحیثیت قوم اظہار بیزاری کے ثبوت

کے لئے مکمل ہڑتالیں، سیاہ جھنڈے، فلک شگاف نعرے کافی نہیں ہیں، بلکہ کسی دوسرے طریق سے اس کا ثبوت ہونا چاہئے، کیوں کہ یہ کیوں کر باور کیا جائے کہ اپنی مکمل ہڑتالیں عام جلسوں کو بحیثیت قوم اظہار بیزاری کے لئے کافی سمجھتے ہوں اور پھر قصداً جان بوجھ کر اس حقیقت ثانیہ سے انکار کر دیں۔

اس لئے جناب والا سے مخلصانہ گذارش ہے کہ اگر وہ سب طریقے ناکافی ہیں تو آپ مہربانی فرما کر مسلمانوں کو اس طریقے سے آگاہ کریں جس سے آپ کے خیال میں بحیثیت قوم اظہار بیزاری کا ثبوت ہو، کیا اس صورت میں آپ اپنے اس طرز عمل سے پر جوش مسلمانوں کو اس امر کی اجازت نہیں دے رہے ہیں کہ وہ مجبور ہو کر اپنے مرکزی نظام کے صبر آزما ہدایتوں کو چھوڑ کر کوئی ایسی راہ اختیار خطرناک ہو خواہ اس کا انجام اس کے حق میں کچھ ہی ہو، ملک کے لئے مفید ہو یا مضر لیکن حکومت کے لئے یقیناً مزید مشکلات پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس لئے اگر جناب والا کو مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے نفرت ہو تو خیر اس کو اپنی ضد پر قائم رہ کر پورا کیجئے لیکن اس قسم کی تقریروں سے جذبات کو زیادہ برانگیختہ تو نہ کیجئے، اخیر میں میں آپ پر یہ حقیقت بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ مسلمانان ہند صغر سنی کی شادیوں کو رواج دینا چاہتے ہیں یا اس کو مستحسن سمجھتے ہیں جیسا کہ مغربی دنیا اسی ناواقفیت سے سمجھ رہی ہے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ عموماً مسلمانوں میں شادیاں بعد بلوغ ہوا کرتی ہیں،

لیکن بعض ظروف واحوال میں مصالح ومنافع خلق کے لئے صغر سنی کے صرف نکاح کو شریعت اسلامیہ نے جائز رکھا ہے اور یہ جائز ہے اور جائز رہے گا، یہ بالکل خالص مذہبی معاملہ ہے اگر کوئی جاہل و نااہل مسلمان اس اجازت شرعی کا غلط استعمال کرتا ہے تو اس کی اصلاح مسلمانوں کے خود اپنے قومی نظام کے ذریعہ ہوتی ہے کسی غیر مسلم کو اس میں دخل دینے کا قطعاً کوئی اختیار نہیں ہے اور اگر وہ دخل دے تو وہ باطل ہے اور یہ بھی خالص مذہبی مسئلہ ہے اس میں بھی کسی غیر مسلم حکومت کو دخل دینے کا کسی حال میں کوئی حق نہیں ہے اور چونکہ آپ کی حکومت نے اپنے حدود سے تجاوز کر کے اس قانون کے ذریعہ مسلمانوں کے خاص مذہبی حقوق میں دست اندازی کی ہے، اس لئے تمام مسلمان بحیثیت قوم اس کے خلاف ہیں، مجھے امید ہے کہ آپ مسلمانوں کی مخالفت کی حقیقت کو اسی روشنی میں دیکھیں گے اور اس غلط فہمی سے بہت جلد نجات پائیں گے جس میں آج تک آپ مبتلا ہیں۔

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ

تاریخ ۲۶؍ فروری ۱۹۳۰ء

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب

نائب امیر شریعت صوبہ بہار

کا

ایک بصیرت افروز مکتوب

جناب مولوی حکیم سید محمد یعسوب صاحب ندوی حسین آبادی (جو امارت شرعیہ اور جمعیت العلماء کے ہمدرد ہیں) نے اپنے ایک لیگی دوست جناب شاہ رشید احمد صاحب بی اے متولی مولانگر وقف اسٹیٹ کی حسب فرمائش حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار کے نام ایک خط تحریر فرمایا تھا، جس کا حضرت مولانا محترم نے تفصیلی جواب دیا، اور آپ نے جناب حکیم صاحب کو اس کی اشاعت کی اجازت بھی دیدی تھی، لیکن اس کے شائع ہونے کے پہلے ہی جناب شاہ رشید احمد صاحب نے اپنی دعوت مباہلہ کے متعلق ایک مراسلہ شائع کرادیا، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ حضرت نائب امیر شریعت کے بصیرت افروز علمی مکتوب کو شائع کردیا جائے کہ مسلمانوں کو

مباہلہ کی شرعی حقیقت کا علم ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ احکام شریعت سے ناواقف افراد شرعی معاملات میں دخل دے کر کس طرح اپنی ذہنی پستی کا ثبوت دیتے ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ لیگ کی شرکت کے بعد سنجیدہ اصحاب بھی تبرابازی توہین علماء اور سوء ظن کی مصیبت میں کس طرح مبتلا ہوگئے ہیں، حالات کے سمجھنے کے لئے جناب حکیم صاحب کے خط کا پڑھنا ضروری ہے، اس لئے حضرت نائب امیر شریعت کے جواب کے ساتھ اس کو بھی شائع کیا جارہا ہے (مدیر)۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

جناب مولوی حکیم محمد یعسوب صاحب ندوی کا خط

۱۳ر دسمبر ۳۹ء زاد لطفکم

مجمع الفضائل والکمالات مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں من حیث طبیب کے اس وقت مولانگر میں ہوں اور امید کرتا ہوں کہ دو تین روز تک میرا قیام رہے گا، جو دستور آج کل ہو گیا ہے کہ جہاں جاؤ مسلم

لیگ اور کانگریس اور جمیعت کی بحث شروع ہو جاتی ہے، وہی یہاں بھی ہوا۔ چنانچہ سب سے یہی بحث جاری ہے اور شدومد کے ساتھ جاری ہے اور بحثوں کا نچوڑ یہ نکلا جناب رشید احمد صاحب سلمہ نے فرمایا کہ جماعت علماء خصوصاً مولانا سجاد صاحب مد ظلہ خوب سمجھتے ہیں کہ کانگریس آزادی طلب جماعت نہیں ہے اور افسوس ہے کہ یہ سمجھتے ہوئے یہ حضرات اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف کانگریس کانگریس رٹ لگا رہے ہیں اور اگر یہ لوگ کہیں کہ ایسا نہیں ہے تو میں صرف مولانا سجاد صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر وہ جامع مسجد مونگیر میں قبلہ رو قرآن مجید سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ یا اللہ اگر میں ارباب حل وعقد کانگریس کو ہندوستان کی آزادی چاہنے والی جماعت نہیں سمجھتا ہوں اور ان کو آزادی طلب نہ سمجھتے ہوئے، ان کی حمایت کرتا ہوں تو اے اللہ تو مجھ پر اپنا غضب اسی دنیا میں نازل فرما، اگر مولانا سجاد صاحب ایسا مباہلہ کریں تو میں وعدہ واثق کرتا ہوں کہ کم سے کم میں مسلم لیگ سے کٹ کر کانگریس میں شامل ہو جاؤں گا اور امید کرتا ہوں کہ بہت سے مسلمان کانگریس میں شامل ہو جائیں گے اور اگر مولانا سجاد صاحب اس قسم کی قسم کھانے کو تیار نہ ہوں تو ان کا اخلاقی فرض ہونا چاہئے کہ پھر وہ اخباروں میں اعلان کر دیں کہ کانگریس کو میں آزادی طلب جماعت نہیں سمجھتا ہوں، اس کے بعد شاہ صاحب موصوف نے مجھ سے وعدہ لیا کہ مولانا جو کچھ جواب دیں یا نہ دیں، اس کو اخباروں میں آپ کو دیدینا ہوگا

اور ہاں جناب شاہ صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ مولانا کے قسم کھالینے کے بعد مجھ پر کسی کی یہ بات اثر نہیں کرے گی کہ مولانا نے جھوٹی قسم کھائی ہے، میں یقیناً وہی کروں گا جو میں نے وعدہ کیا ہے یعنی کانگریس میں داخل ہو جاؤں گا اور ایسا کہنے والے کو جھوٹا سمجھوں گا۔

مولانا! اس قدر عرض کرنے کے بعد عرض ہے کہ اس کا جواب واپسی ڈاک سے عنایت فرمائیں اور اس کے ساتھ یہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ یہ عریضہ جناب شاہ صاحب موصوف کے دولت کدہ پر لکھ کر ان کو دکھا کر آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔

آپ کا خادم محمد یعسوب ندوی
از مولانگر ڈاکخانہ سورج گڑھا ضلع مونگیر

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب

کا جواب

مکرمی جناب مولوی حکیم محمد یعسوب صاحب زاد لطفکم

بعد سلام مسنون آنکہ گرامی نامہ مورخہ ۱۲ / دسمبر ۱۹۲۹ء پہونچا احوال

سے واقفیت ہوئی۔

حیات اجتماعی کے مقاصد اور اس کے بنیادی اصول سے جن لوگوں کو واقفیت نہ ہو اور نہ وہ اس کے سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں، ان حالات میں اگر وہ گم گشتہ راہ ہوں تو اس پر کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اگر آپ ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانے کی سعی فرماتے ہیں تو آپ اپنا ایک فرض ادا کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے گا، باقی رہا ایسے لوگوں کا راہ راست پر آجانا تو یہ امر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، کسی انسان کے اختیار کی بات نہیں ہے، لیکن آپ کا جو فریضہ ہے آپ اس کو انجام دیتے رہیں۔

شاہ رشید احمد صاحب اور آپ کی بات جس مقام پر آکر ٹھہری ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ رشید احمد صاحب نے ہندوستان کے مسلمانوں کی پوزیشن، ان کی اسلامی زندگی کے مقاصد اور اس کے حصول کے ذرائع پر غور ہی نہیں کیا ہے۔

مسلم لیگ سے شاہ رشید احمد صاحب کی بیزاری یا علیحدگی، مسلم لیگ کے مقاصد اور طریق کار کی عدم مطابقت مذہب سے دوری بلکہ مذہب کی تخریب کی وجہ سے ہونی چاہئے، نہ یہ کہ کانگریس کی خوبیوں کی وجہ سے۔

شاہ رشید احمد صاحب قرآن کریم میں دشمنان دین کی پالیسی اور ان کے طریق کار کو بغور مطالعہ فرمائیں اور مسلم لیگ کے کارکنوں اور ان اقوال اطوار اور

طریق کار کو دیکھیں جو تقریباً دو ڈھائی سال سے سر زمین ہند میں ظاہر ہو رہے ہیں کہ ان کے یہ کارنامے سلف صالحین کے طریق عمل کے مطابق ہیں، یا دشمنان دین کے۔

شاہ صاحب کے غور کرنے کی یہ باتیں ہیں، اگر انہیں مسلم لیگ کی پالیسی میں یہ تمام بُرائیاں نظر آئیں تو انہیں اس کو چھوڑنا چاہئے یا کم از کم ان تمام بُرائیوں سے بیزاری علانیہ کرنی چاہئے نہ یہ کہ اپنی شرکت سے بُرائیوں کی حمایت۔

پس مسلم لیگ سے علیحدگی و بیزاری کی بنیاد مسلم لیگ کی پالیسی اور اس کے کارکنوں کے اعمال و عزائم ہونے چاہئے نہ کہ کانگریس کا حُسن و قبح، آپ کے اس خط سے ایک مزید ثبوت بہم پہونچا کہ شاہ رشید احمد جیسے پڑھے لکھے لوگ مسائل کو کس طرح غلط طور پر سوچتے ہیں، کانگریس کی شرکت یا عدم شرکت کو اس کے اعمال وافکار کی روشنی میں ملت اسلامیہ کی حیات اجتماعی کے مقاصد کو پیش نظر رکھ کر غور کرنا چاہئے کہ کس حد تک شرکت مفید ہے اور کس حد تک مضر ہے۔ پھر فائدہ و نقصان کے مقدار کے وزن کا لحاظ کر کے شرعی اصول سے فیصلہ کرنا چاہئے جو اس قسم کے ابواب میں اس کے اصول متعین ہیں۔

افسوس ہے کہ جو لوگ کہ نہ دنیا کی سیاست سے واقف ہیں اور نہ دین حق کی سیاست سے، مگر خوش فہمی سے سمجھتے ہیں کہ وہ ہر مسئلہ کی تہہ کو سمجھ

سکتے ہیں۔

میں نے یہ چند سطور اس لئے لکھے کہ جناب شاہ صاحب ان مسائل میں غور و فکر اور اس کے مبادیات اور اصول کو معلوم کر کے صحیح نتیجہ پر پہونچنے کی کوشش کریں اور نفس پرستوں اور ہوا پرستوں کی طرح بیکار بحث و گفتگو میں اپنے عزیز وقت کو ضائع نہ کریں تو بہتر ہے۔

جناب شاہ صاحب نے مسلم لیگ سے اپنی علیحدگی کے لئے مباہلہ کی تجویز پیش کی ہے اور لفظ مباہلہ بھی خط میں موجود ہے، مگر خط میں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ خود کیا قسم کھائیں گے اور کس طرح لعنت بھیجیں گے۔

شاہ صاحب سے فرما دیجئے اور انہیں معلوم ہے کہ میں جس اصول و پالیسی کو دین حق کی روشنی میں حق سمجھتا ہوں وہی کرتا ہوں اور حق کی حمایت کیلئے اگر مباہلہ پر کوئی بہت بڑا معاند اتر آئے تو میں اس سے بھی گریز نہیں کرتا۔

انہیں معلوم ہے کہ شفیع داؤدی صاحب نے جو آل انڈیا لیڈر کی پوزیشن میں تھے اور انہوں نے بھی عوام کو گمراہ کرنے کے لئے مباہلہ کا چیلنج دیا تو میں نے اس کے جواب میں ایک مفصل اعلان شائع کرتے ہوئے اور اس کا طریقہ بتلاتے ہوئے ان کے چیلنج کو قبول کیا، مگر دیکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ حق کی راہ سے کس کس طرح گریز کرتے رہے۔

بہر حال شاہ صاحب کا حسن ظن ہے کہ ہم لوگ اپنے ضمیر کے خلاف

کرتے ہیں میرے دل کا حال نہ معلوم شاہ صاحب کو کس طرح ہوا، میں تو شاہ صاحب کو صاحب کشف نہیں سمجھتا، مجھے شاہ رشید احمد صاحب جیسے آدمی کی زبان سے یہ حکایت سن کر سخت افسوس ہوا اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے، کاش انہیں سوء ظن کے معصیت ہونے کا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر ہوتا۔

شاہ صاحب مسلم لیگ کے نہ صوبائی لیڈر ہیں اور آل انڈیا مسلم لیگ میں ان کو کوئی اہمیت ہے، جو ان کی لیگ سے علیحدگی سے لیگ کی اصلاح ہو جائے گی یا گم گشتہ راہ توبہ کر کے امارت شرعیہ یا جمیعت العلماء کی پالیسی کی حمایت میں سر گرم ہو جائیں گے، یا کم از کم ہندوستان میں ان کی علیحدگی سے مسلم لیگ کے حلقہ میں ضعف پیدا ہو گا کیوں کہ قرآن کریم میں جو مباہلہ کا ذکر ہے، وہ عیسائیوں کے معزز سرداروں سے خاتم النبیین ﷺ کے دعوت مباہلہ کا تذکرہ ہے کہ ان سرداروں کے قبول مباہلہ یا انکار مباہلہ سے عیسائی دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہونا ناگزیر تھا۔

پس اگر شاہ صاحب اور ان کے رفقائے کار کی تشفی دلائل و براہین سے نہیں ہوئی اور بجز مباہلہ کوئی راہ فیصلہ کن نہیں ہے تو پھر وہ جمیعت العلماء ہند یا میری پالیسی کی صداقت کے لئے اور یہ کہ جو کچھ میں کرتا ہوں وہ میری ضمیر کے موافق ہے۔ اس کی جانچ کے لئے میرے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے کسی ایسے بڑے شخص کو منتخب کریں جس کے قبول یا رد سے امت کو عام فائدہ پہونچے۔

میں شریعت کی تعلیم و منشاء کے مطابق جب تک زندہ ہوں مباہلہ کے لے تیار ہوں، شاہ صاحب مباہلہ کے لئے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو تیار کر لیں، یا پھر اس کے بعد مسٹر جناح کو، اگرچہ مسٹر جناح صاحب کے اسلام کے متعلق میں اب تک کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتا، کیوں کہ گذشتہ جنوری میں جو خط میں نے ان کو لکھا ہے، اس کے بعد انہوں نے نہ اس کا کوئی جواب دیا اور نہ اس کا اعلان کیا، جس اعلان کا ان سے مطالبہ کیا گیا تھا، لیکن امر حق کے لئے مباہلہ غیر مسلم سے بھی ہو سکتا ہے، اس لئے میں اس کے لئے تیار ہوں کیوں کہ مباہلہ اگر شریعت میں ناگزیر حالات میں مشروع ہے تو جن اصولوں اور جن مقاصد کو پیش نظر رکھ کر مشروع ہے اس کی رعایت بھی ضروری ہے۔

نہ یہ کہ ہر کس و ناکس سے مباہلہ کیا جائے، شاہ صاحب کو یقین کرنا چاہئے کہ میں آپ کی تحقیر نہیں کر رہا ہوں بلکہ اسلامی اصول کے احترام کو قائم رکھنے کے لئے لکھ رہا ہوں اور مجھے شاہ صاحب سے امید ہے کہ وہ احکام اور اصول اسلام کا احترام قائم رکھنے کے باب میں میری اس رائے سے اتفاق کر لیں گے۔

آخر میں ان کو ایک بات لکھنا چاہتا ہوں کہ مجھ سے ایک معزز شخص نے بیان کیا تھا کہ جب مسلم لیگ نے برطانوی جنگی امداد کے متعلق تجویز پاس کی تھی تو شاہ رشید احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ اب معلوم ہوا کہ مسٹر جناح صاحب بھی

رجعت پسند ہیں یعنی کامل آزادی کے نصب العین پر ان کا بھی عقیدہ نہیں ہے، اگر شاہ صاحب کا یہ خیال درست تھا تو تعجب ہے کہ وہ اب تک مسلم لیگ کے ساتھ کیوں ہیں؟ انہیں سمجھنا چاہئے تھا کہ مسلم لیگ صرف مسلمانوں ہی کے مفاد کے لئے قائم ہے تو اس کو بھی جمیعت العلماء کی طرح نہ سہی کانگریس کی طرح جو محض سیاسی جماعت یہ اعلان کرنا چاہئے تھا کہ جب تک ہمارا فلاں فلاں مطالبہ برطانیہ منظور نہیں کرے گا ہم ادنیٰ مدد بھی برطانیہ کی نہیں کریں گے۔ اور مسٹر فضل حق و سر سکندر جو مسلم لیگ کے لیڈر ہیں یہ لوگ بھی اعلان کی تائید کرتے اور مطالبہ نہ منظور کرنے کی صورت میں وہ بھی وزارتوں پر لات مار کر حکومت میں جمود پیدا کرتے تو بلا شبہ ایک ثبوت ملتا کہ مسلم لیگ اسلام اور مسلمانوں کا مفاد چاہتی ہے۔

مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسلم لیگ برطانیہ کے قدموں پر گری ہوئی ہے، اس کے ہائی کمانڈ میں نہ جرأت ہے نہ ہمت بلکہ ان کی تازہ مذبوحی حرکت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تدبر اور معاملہ فہمی کا بھی دیوالہ نکل گیا ہے۔ کیا یہ سب واقعات شاہ صاحب کی آنکھ کھولنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ بہر حال آج نہیں تو کل یقیناً معلوم ہو گا کہ حق پر کون جماعت تھی؟ اسلام اور ملت اسلامیہ کی خیر خواہ کون جماعت تھی اور یوم الفصل میں تو فیصلہ ہو کر ہی رہے گا۔

آج اس بے دینی اور غلامی کے دور میں جس نفس پرست کا جو جی چاہے کہہ لے، ہم لوگ ہر روز اپنے ارادوں اور اعمال کا تعلیم اسلام کی روشنی میں جائزہ

لیتے ہیں اور الحمد اللہ اپنے دلوں کو ہر طرح مطمئن پاتے ہیں کہ ہمارا کوئی قدم صراط مستقیم سے ہٹا ہوا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہر مومن صادق کو اس راہ پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور جھوٹ بولنے والوں، افتراء و بہتان باندھنے والوں اور اپنی ذاتی اغراض پر اسلامی اصول و احکام کو قربان کرنے والوں کے فتنہ سے غریب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

میرا خط شاہ صاحب کو سنا دیجئے اور اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ مقصود اصلاح ہے، اگر شاہ صاحب آپ کو کوئی اعلان کرنے کو کہیں تو آپ اپنا خط جو مجھے بھیجا ہے اور میرا جواب لفظ بہ لفظ شائع کر دیجئے تاکہ شاہ صاحب کو تسکین ہو جائے لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی کمی نہ ہو اور نہ کوئی حاشیہ آرائی ہو، ممکن ہے کہ اس کی اشاعت سے قوم کو کوئی فائدہ پہونچ جائے۔

فقط والسلام

۷/ذیقعدہ ۵۸ھ مطابق ۱۹/دسمبر ۳۹ء

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

مکتوب بنام نقبائے کرام امارت شرعیہ

اخوان ملت ہمدردان اسلام
نقبائے امارت شرعیہ:

حصل الله مرامکم فی الدنیا و الآخرة وفضلکم
علی کثیر من النسا فی الأدوار الحاضرة۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ حضرات کو سند نقابت میں وہ تمام امور نہایت تفصیل کے ساتھ بتائے گئے ہیں جو ہر ایک نقیب کو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کے اجراء و حفاظت کے لئے کرنا چاہئے، اسی کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ فرائض نقابت کو بحسن خوبی انجام دینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک نقیبوں کا کیا مرتبہ ہے، اور نقابت کتنی اہم چیز ہے۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ ابھی تک بہت سے ہمارے نقباء کرام پورے جوش و خروش اور سرگرمی کے ساتھ کام نہیں کرتے ہیں، یعنی باوجود اپنے دیگر مشاغل کے وہ جس قدر بھی کر سکتے ہیں نہیں کرتے۔ جو مسلمانوں کے لئے ایک نہایت افسوسناک امر ہے اگرچہ یقیناً جانتا ہوں کہ ہمارے بہت سے نقباء ایسے مخلص پُر جوش ہیں کہ وہ اپنی زندگی کا ایک بہتر حصہ

فرائض نقابت کے ادا کرنے اور اس کی فکر میں گذارتے ہیں۔

چنانچہ بحمد اللہ ان کی کوششیں بار آور ہیں اور وہ کام کرنے کے بعد آج اپنے حلقہ کے اندر نہایت کامیاب اور باوقار ہیں اور ان کے حلقہ کے مسلمانوں نے بھی آخر کار ان کی ہمت افزائی کی اور نہایت قدر دانی کے ساتھ پیش آئے، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر دے۔ ہمارے نقیبوں میں آج تک جو اکثر سستی و غفلت رہی، ان کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ عمال و مبلغین کے علاوہ دفتر سے بار بار ان کو متنبہ نہیں کیا گیا اور ایسا کرنا بحالت موجودہ غیر ممکن بھی ہے کیوں کہ بحمد اللہ ڈھائی ہزار سے زائد ہمارے نقباء ہیں، اگر ہر نقیب کو کم از کم سال بھر میں چار ہی خط لکھا جائے تو کم از کم دس ہزار خط صرف ان کے نام لکھنا چاہئے جس کے لئے دفتر میں بہت آدمیوں کی ضرورت ہے، دو تین آدمیوں سے تمام کام انجام پانا ناممکن ہے، اس کے علاوہ ڈاک کا خرچ بھی غیر معمولی طور پر بہت زیادہ ہو جاتا ہے کیوں کہ اگر کارڈ لکھا جاتا تو سال میں چھ سو انیس روپیہ اس کے لئے ڈاک پر صرف ہوتے اور اگر لفافہ لکھا جاتا تو ایک ہزار دو سو اٹھاون روپے خرچ ہوتے، انہیں وجوہ سے خاص خاص حالات اور واقعات میں ان کو خطوط لکھے جاتے ہیں، جب بھی اس قدر خطوط لکھنے پڑتے ہیں کہ موجودہ عملہ اس کے لئے بالکل ناکافی ہے، کیوں کہ اہم شخصیات اور محاکم کے مراسلات انہیں تین چار آدمیوں کے سپرد ہیں۔

بہر حال یہ وقت تھی کہ جس کی وجہ سے ہمارے نقباء کو بھی غافل رہنے کا موقع ملا، مگر اب جریدۂ امارت کے ذریعہ کاموں میں بہت سہولت پیدا ہو گئی ہے ، ہمارے نقباء کو اسی کے ذریعہ امارت شرعیہ کے تمام کاموں کی اطلاع ہوتی رہے گی اور اس کے ذریعہ ان کو ہدایتیں بھی معلوم ہوتی رہیں گی۔

جس طرح جریدہ امارت کا مطالعہ تمام دیگر مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ مفید ہے اسی طرح ہمارے نقباء کے لئے بھی، بلکہ ان کے لئے تو نہایت ضروری ہے کیوں کہ اس سے ان کو اپنے کاموں میں بہت مدد ملے گی، لہذا میں آپ حضرات کو خصوصیت کے ساتھ مخاطب کرتا ہوں کہ جریدہ امارت کو خود ضرور پڑھئے یا پڑھا کر سنا دیجئے۔

اس کے علاوہ میں چاہتا تھا کہ اس وقت آپ کے ہر ہر فرائض کا پھر اعادہ کرتا اور آپ کو ان کے انجام دہی پر متوجہ کرتا، مگر چوں کہ تمام امور کے بیان میں اس وقت طوالت کا خوف دامن گیر ہے، اس لئے صرف اسی قدر لکھتا ہوں کہ اس خط کے دیکھنے کے بعد آپ اپنی سند نقابت کو پھر بغور پڑھئے۔ اور اپنے نفس سے احتساب لیجئے کہ آج تک تو نے کیا، کتنی دینی خدمتیں انجام دیں۔ اپنے نفس کی اصلاح کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ اور ہر امر کے متعلق غور و فکر سے کام لیجئے۔ اور اپنے وقت پر انجام دیجئے، وقت گذرنے پر جب خیال آئے گا تو پھر آپ کو بھی ناحق افسوس ہوگا، مثلاً منجملہ دیگر فرائض نقابت کے غلہ عشر کی وصولی

آپ کے ذمہ ہے کہ تمام مسلمان کاشتکاروں سے وصول کر کے جمع کیجئے اور فروخت کر کے مولانا نور الحسن صاحب ناظم بیت المال کے پاس بھیج دیجئے۔ جیسا کہ آپ میں سے بہت سے افراد اس کو انجام دیتے ہیں، مگر بہت سے حضرات وقت پر وصول نہیں کرتے ہیں، حالاں کہ بہت سے کاشتکاروں کی خواہش ہوتی ہے کہ ہم سے عشر کھلیان میں وصول کرلیا جائے بعد کو دقت ہوتی ہے۔

اس لئے ہمارے تمام نقباء کو چاہئے کہ کام کے وقت غفلت نہ کریں، اب فصل خریف کا غلہ تیار ہو گیا ہے اس کے لئے آپ اپنی تمام کوششیں صرف کر کے وصول کریں اور اس کے تحصیل و حفاظت میں جو خرچ ہو بیت المال سے طلب فرمائیں۔ بیت المال بھیج دے گا۔

یہ یاد رکھئے کہ آپ کا فرض ہے کہ سمجھا بوجھا کر اور اپنے امیر کا حکم سنا کر لوگوں سے وصول کیجئے، جب آپ نے اپنی وسعت بھر کوشش کرلیا تو آپ عند اللہ ثواب کے مستحق ہو گئے۔ اس کام کے انجام دہی میں کسی کی ملامت وخوف کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ پھر اس فصل خریف کے بعد فصل ربیع بھی آئے گا، اس موقع پر بھی عشر کو کھلیان ہی سے وصول کرنا چاہئے، یہ اس لئے لکھتا ہوں کہ بعض علاقہ کے کاشتکاروں نے شکایت کی ہے کہ ہم سے وقت پر عشر وصول نہیں کیا جاتا ہے، اسی طرح قومی محصول کو بھی قسط بہ قسط وصول کر کے بھیجئے

رہنا چاہئے، عمال کو بیت المال اس وقت طلب کرنا چاہئے کہ جب آپ کو کسی وقت وصولی میں سخت دقت پیش آئے۔

کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ عمال کی تعداد ضرورت کے اعتبار سے کم ہے اگر ہر گاؤں میں عمال بھیجا جائے تو تمام آمدنی تحصیل کرنے ہی کے اوپر صرف ہو جائے۔ پھر بقیہ کام کیوں کر انجام پائیں گے۔

عشر کی وصولی میں یہ خیال رکھئے کہ حساب میں غلطی نہ ہو۔ عشر غلہ کی زکوۃ ہے، اس لئے اس میں بھی زکوۃ کی طرح احتیاط کرنا چاہئے، یہ خیال رکھئے کہ جس غلہ کی پیداواری میں پٹاون کا خرچ ہے، اس میں بیسوان حصہ عشر ہے اور جس میں پٹاون کا خرچ نہیں ہے اس میں دسواں حصہ۔ عشر وصول کرتے وقت کاشتکاروں کو بتائیے کہ وہ بھی ادائے عشر کی نیت رکھیں۔

ہر مسلم کاشتکار سے جو کچھ وصول کیجئے اس کو نام بنام لکھئے اور اس کی ایک نقل دفتر بیت المال میں بھی بھیجتے جایئے، ایک دوسرا نہایت ضروری امر یہ ہے کہ جو کاشتکار اب عشر نکالا کرتے ہیں اور وہ خود اس امر کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ ان کے پیداوار میں عشر نکالنے کے بعد برکت ہو رہی ہے، اس کی فہرست بھی نام بنام بھیجتے جایئے اور کیفیت بھی درج فرمایئے۔ باغ زیر غور رسول خاں صاحب نقیب ضلع پلاموں اس کے متعلق زبانی واقعات اور مشاہدات یہاں آکر بیان کرتے رہے ہیں، اسی طرح اور بھی بعض نقیبوں نے بیان کیا ہے، اگر سال
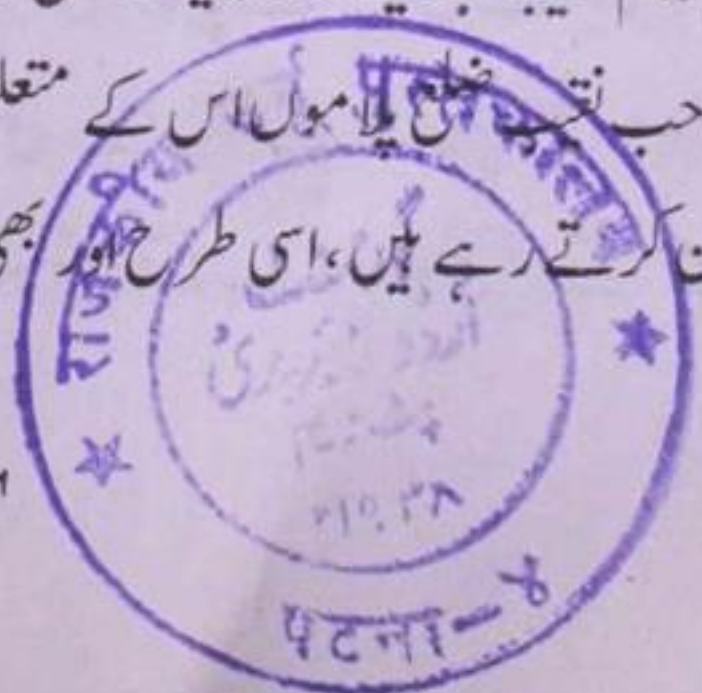
میں ایک مرتبہ اس کو لکھ کر آپ حضرات بھیج دیا کریں تو آئندہ تاریخ بہار کے لئے ایک بہترین سرمایہ جمع ہو جائے گا۔ فقط

واللہ ولی التوفیق وهم خیر الرفیق۔

خادم المسلمین

ابو المحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ

۴ر جمادی الاولی ۴۳ھ

(نائب حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی)

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆☆